فیضانِ چوراھی
بفیضانِ کرم
حضرت باباجی
فقیر محمد چوراھی رحمۃ اللہ علیہ
بطفیل عنایت
الحاج صاحبزادہ
ڈاکٹر
غلام مجدد
مدظلہ العالی
سرپرست
پیرزادہ
محمد بدر الدجیٰ
نقشبندی، مجددی
سجادہ نشین چورہ شریف ضلع اٹک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بحضور نبی الانبیاء حضرت احمد مجتبیٰ و محمد مصطفیٰ

صلواۃ اللہ سلامہ علیہ

نہ رئیس ہوں، نہ امیر ہوں نہ میں بادشاہ نہ وزیر ہوں
تیرا عشق ہے میری سلطنت میں اسی کا ادنیٰ فقیر ہوں

ہے تیرے خیال کا معجزہ مجھے اس سے بڑھ کے ملے گا کیا
اے جمالِ احمد مصطفیٰ تیری روشنی کا اسیر ہوں

تیرے نقشِ پا کے طفیل ہی مجھے روشنی کے نگر ملے
ہے جو خاک تیرے دیار کی میں اسی کا عشرِ عشیر ہوں

میرے پاس ساغرِ جم نہیں مجھے پھر بھی کوئی الم نہیں
تیری اِک نگاہِ نیاز سے میں جہاں میں سب سے امیر ہوں

ہے تیری طلب میں جو سرگراں میرے ذوقِ عشق کا کارواں
جو ہے مدتوں سے رواں دواں میں وہ ایک جمِ غفیر ہوں

مجھے بخش ہمت و حوصلہ کہ میں کارزارِ حیات میں
جو نہ کھل سکی وہ کمان ہوں جو نہ چل سکا میں وہ تیر ہوں

یہ جو نعتِ احمدِ مصطفیٰ یہی درحقیقت ہے نجات کا
میں غلام سیدِ مرتضیٰ میں گدائے شاہِ کبیر ہوں
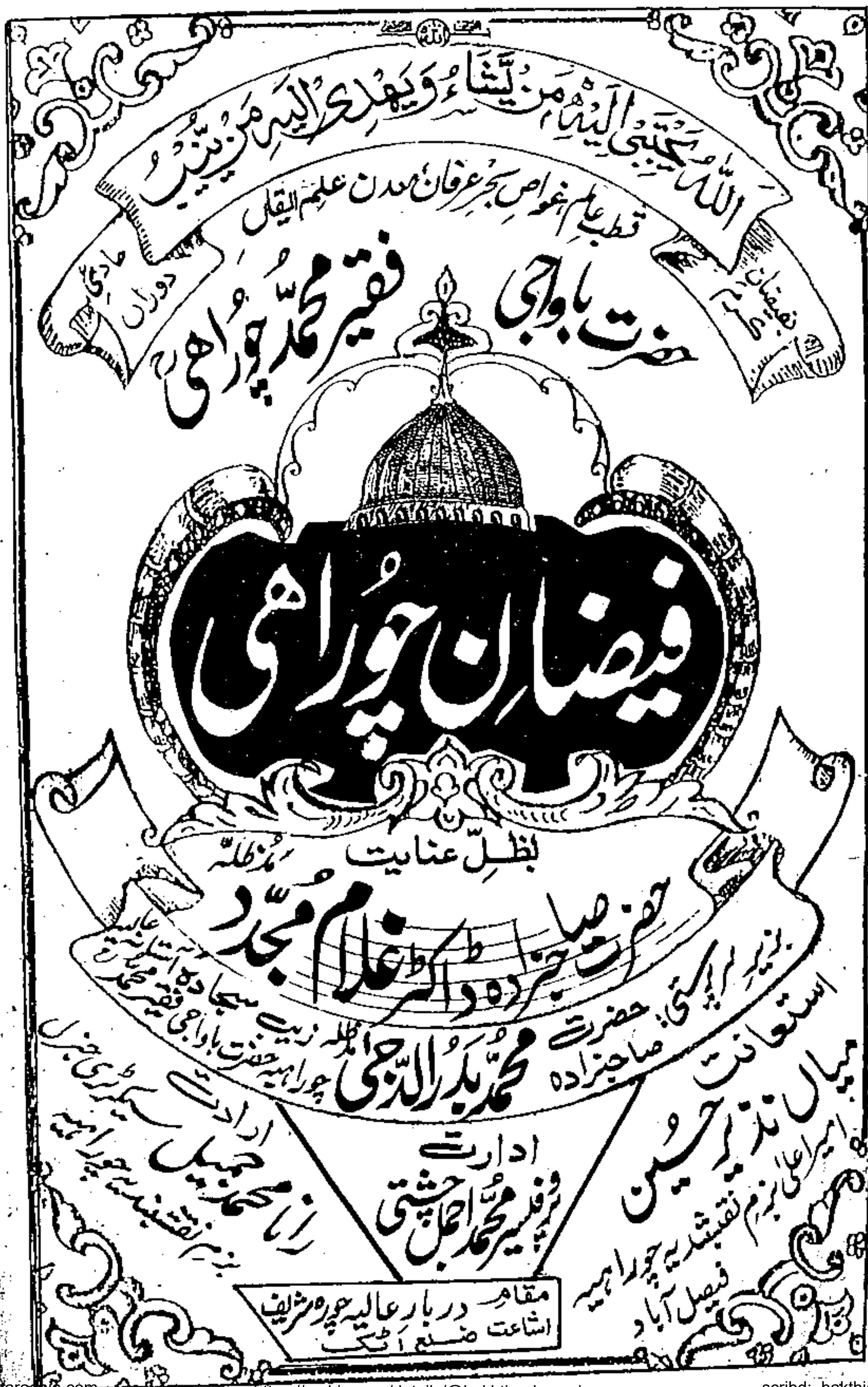
اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویہدی الیہ من ینیب
قطب عالم غواص بحر عرفان معدن علم الیقین
حضرت باواجی فقیر محمد چوراہی
فیضان چوراہی
بلطف عنایت
حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر غلام مجدد مدظلہ
زیر سرپرستی: حضرت صاحبزادہ محمد بدر الدجی مدظلہ
استعانت
میاں نذر حسین
امیر اعلیٰ بزم نقشبندیہ چوراہیہ فیصل آباد
ادارت
پروفیسر محمد اجمل چشتی
رانا محمد جمیل
سیکرٹری جنرل بزم نقشبندیہ چوراہیہ
مقام اشاعت دربار عالیہ چورہ شریف ضلع اٹک

فہرس

اشاعت جلد اول ——— ۱۹۹۲ء
تعداد ——— ۱۲۰۰
اشاعت جلد دوم ——— ۱۹۹۲ء
تعداد ——— ۱۲۰۰
قیمت
۱۵ روپے

کتابت و تزئین : محمد یوسف گوندل (رضیہ محل نمبر ۲) کمرہ نمبر ۱۲ ازال پارک لاہور
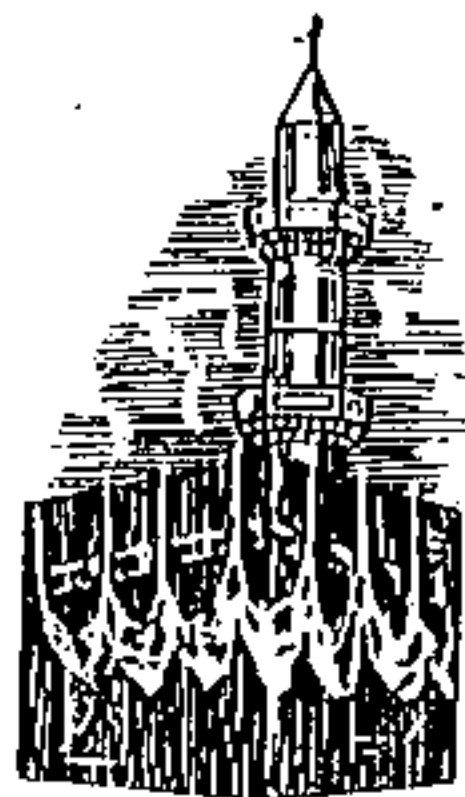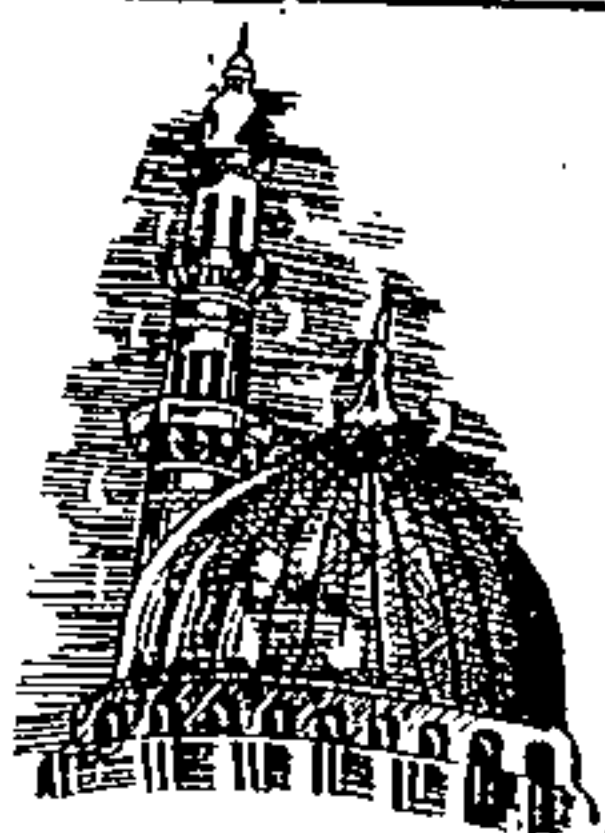
نسیما جانب بطحا گذر کن
ز احوالم محمد را خبر کن
بہ بر ایں جانِ مشتاقم در آنجا
فدائے روضۂ خیر البشر کن
توئی سلطانِ عالم یا محمد
ز روئے لطف سوئے من نظر کن
مشرف گرچہ شد جامی ز لطفش
خدایا ایں کرم بارِ دگر کن !

تقدیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیِّیْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ
یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیَاتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَ
الْحِکْمَةَ وَجَعَلَ عُلَمَاءَ اُمَّتِهٖ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وَوَرَّثَهُمْ
بِوِرَاثَةِ الْاَنْبِیَاءِ وَفَتَحَ قُلُوْبَ الْعُلَمَاءِ بِمَفَاتِیْحِ الْاِیْمَانِ وَنَوَّرَ
صُدُوْرَ الْعُرَفَاءِ بِمَصَابِیْحِ الْاِیْقَانِ وَاَخْرَجَ مِنْهُمْ اُمَّةً
یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ
الْمُنْکَرِ وَبَعَثَ لِهٰذَا الْاُمَّةِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ
مَنْ یُّجَدِّدُ لَهَا دِیْنَهَا وَاَفْضَلُ الصَّلٰوَاتِ وَاَکْمَلُ التَّحِیَّاتِ
وَاَبْلَغُ التَّسْلِیْمَاتِ عَلٰی اَفْضَلِ الْبَشَرِ الْمَبْعُوْثِ اِلَی الْاَسْوَدِ وَ
الْاَحْمَرِ فَخْرِ الْمَوْجُوْدَاتِ وَمُفْتَخَرِ الْمَخْلُوْقَاتِ سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ
وَالْمُرْسَلِیْنَ مَحْبُوْبِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی
اَحْمَدِنِ الْمُجْتَبٰی وَعَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ
وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهِ الطَّاهِرِیْنَ وَسَائِرِ اَصْحَابِهِ الْمَرْضِیِّیْنَ
حَمَلَةِ عُلُوْمِهٖ وَنَقَلَةِ اٰدَابِهٖ خُصُوْصًا عَلَی الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ

وَالْاَوْلِیَاءِ الصَّادِقِیْنَ وَاَحِبَّۃِ الْعَزِیْزِیْنَ مِنْ سَلَاسِلِ اَرْبَعَ وَخَانْوَادِھَا اَرْبَعَ عَشَرُوْنَ کَمَا یَلِیْقُ بِمَرَاتِبِھِمْ الْعُظْمٰی وَدَرَجَاتِھِمُ الْعُلْیَاءِ اَجْمَعِیْنَ۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِائَۃَ اَلْفِ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ وَصَلُّوْا عَلَیْہِ۔

امابعد قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔

اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو (انتہائی محتاط ہو کر زندگی بسر کرو) اور صادقین (سچوں) کے ساتھ ہو جاؤ، "کُوْنُوْا" فعل امر ہے۔

مراد یہ کہ "صادقین" کی صحبت اختیار کرنا۔ فرمان خداوندی اور نصّ قطعی ہے اور ان "صادقین" کی تعریف قرآن حکیم میں یوں ہے کہ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا"۔ انہوں نے اللہ کی ربوبیت کا محض زبانی اقرار نہیں کیا ہوتا۔ بلکہ ان کی استقامت ان کے اقرار کی مظہر ہوتی ہے۔ اب ہر شخص اپنے دامن میں جھانک کر دیکھ سکتا ہے کہ وہ صادقین کے خدائی معیار پر کہاں تک پورا اترتا ہے؟ اور پھر وہ یقیناً محسوس کریگا کہ اسے بحکم خداوندی "سچوں" کی معیت کی کس قدر

شدید ضرورت ہے۔

نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسی آیۃ کریمہ کی وضاحت میں فرمایا "مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ کَصَاحِبِ الْمِسْكِ وَالْجَلِیْسِ السُّوْءِ كَكِيْرِ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَدَنَكَ اَوْ ثَوْبَكَ اَوْ مِنْهُ رِيْحًا خَبِيْثَةً"۔ (رواہ البخاری فی الباب المسک والعطار)۔

"صالح شخص کی ہم نشینی کی مثال صاحبِ مشک کی سی ہے اور بُرے شخص کی صحبت کی مثال لوہے کی گرم بھٹی کی سی۔ صاحبِ مشک سے یا تو۔ تو مشک خریدے گا۔ ورنہ خوشبو تو ضرور آئے گی جبکہ گرم لوہے کی بھٹی کا قرب بدن اور کپڑوں کو جلا دیتا ہے اور اس سے بری (بدبودار) ہوا ملے گی (جس کا جسم و روح پر اثر واضح ہے)

اہل اللہ اور صلحا کی ہر وقت کی صحبت میسر آنا ممکن نہیں کہ کارِ جہاں دراز ہے البتہ ان کی سیرتوں کا احوال۔ ان کے ملفوظات اور تحریریں اصلاحِ قلب و روح کا مؤثر اور مجرب نسخہ ہیں۔ اس سے نظریں اصلاح اور قلب میں استفادہ کا جذبہ اُبھرتا ہے اور یہ قالب سے متجاوز ہو کر قلب و روح کو صاف و صیقل کرنے کا تیر بہدف نسخہ ہے۔

اہل اللہ خصوصاً مشائخ طریقت کی سیر مدوّن کرتے ہوئے عقیدت کا تقاضا ہوتا ہے کہ اُن کو آسمانِ ثریا تک پہنچا دیا جائے۔ اور یہ کچھ غلط بھی نہیں ہوتا۔ یوں غلط اور مبالغہ کا خدشہ دامنگیر رہتا ہے۔ جبکہ یہ اللہ

والے اس خواہش وتمنا سے یکسر بے نیاز ہوتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ معاملاتِ دل۔ دل وتگاہ کی زبان ہی میں ادا ہوں اور زبانِ قلم ایسی ندیمِ دوست ہو۔ جو بوئے دوست کو دوشِ قرطاس کی زینت بنائے۔ اس لئے رضائے مشائخ متقاضی ہوتی ہے۔ کہ دامنِ احتیاط پر گرفت نہایت مضبوط ہو اور صرف اشارات کی مدد سے ہی مسافرِ راہِ سلوک کو منزل کا پتہ دیا جائے۔ اسی نقطۂ نظر کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے **فیضانِ چوراہی** کا یہ دوسرا مجلّہ پیشِ خدمت ہے۔

اس کام کا آغاز تو گزشتہ سال بطفیلِ عنایتِ شیخِ مکرم جناب صاحبزادہ محمد بدرالدجیٰ مدظلہ العالی برادرم رانا محمد جمیل صاحب نے کیا تھا۔ مگر اوّلین مجلّہ کی تدوین کے دوران ہی پیرانِ چورہ شریف کا ٹھاٹھے مارتا فیضانِ کرم اس عاجز کو اس کارِ خیر میں شریکِ عمل کرنے کا سبب بنا اور اس ناقص وناکس کو اپنی کرم گستریوں کی لپیٹ میں لیکر اس کی کم علمی وبے بضاعتی کو یکسر نظر انداز کرتے ہوتے اس کی تدوین کی گراں ذمہ داری اس کے کندھوں پر ڈال کر خود ممد ومعاون ہوا۔

رانا محمد جمیل کی استعانت ومعاونت اس راہ کے ہر سنگِ گراں کو دور کرنے میں معاون ثابت ہوئی۔ ان کی کاوشیں رنگ لائیں۔ ان کی اپنے مشائخِ کرام سے والہانہ عقیدت کا ثمرہ ہے کہ دورانِ تدوین جہاں جس کتاب/حوالے کی ضرورت محسوس ہوتی۔ موصوف اسے کوہ قاف کی غاروں سے بھی ڈھونڈھ لائے۔ یوں اس کے مواد کو جمع کرنے کا زیادہ تر سہرا رانا صاحب کے سر ہے۔ اللہ ربّ العزّت ان کی مساعی جمیلہ کو بارگاہ

خداوندی و دربارِ چوراہی خصوصاً حضرت باواجی فقیر محمد و اولادہ میں قبول و منظور فرمائے۔ اس کی کتابت و طباعت میں بھی ان کی سعی و جہد نہ صرف قابل تحسین بلکہ قابل تقلید ہے۔

اس مجلہ میں سرخیل اتقیاء فخر الاولیاء حضرت شاہ جمال اللہ گیلانی رامپوری علیہ الرحمۃ اور شناور بحر طریقت۔ واقف اسرار حقیقت، جدّ اعلیٰ پیرانِ چورہ شریف حضرت خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی سیرت کی خصوصی تدوین ہے۔ ان ہر دو اکابرین نے روحانی طور پر اس امر میں جو شفقت و رہنمائی فرمائی اسے احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں مگر یہ کہا جائے کہ ہر حوالہ اور ہر اہم نکتہ ان دونوں کی براہِ راست فیض رسانی کا مظہر ہے تو غلط نہ ہوگا۔ ربّ العزت ان کے فیضان سے تا قیامت امتِ مسلمہ کو مستفید فرماتا رہے۔ آمین

تحدیث نعمت ہوگی اگر اس امر کا اعتراف نہ کیا جائے کہ اس مجلّے کا ہر لفظ کم و بیش پورے استفادے اس لئے پیش کرنا ممکن ہوا کہ ہر حوالہ پوری سند کے ساتھ دستیاب ہوا اور اس میں اس عاجز کی نکری تگ و دو تو ضرور تھی مگر عملاً بتوسط رانا محمد جمیل تائید و معاونتِ حضرتِ مکرم جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب مدظلہ الرحمٰن کی بصیرت افروز یادداشت اور راہنمائی سرمایۂ ملت ہے) کی تھی۔ یوں بغیر زیادہ بھاگ دوڑ اور سعی کے مناسب مواد میسر آتا چلا گیا اور صاف ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ من جانب اللہ مدوّن ہوتا چلا جا رہا ہے۔

اس کے بعد کا مجلّہ مزید بہتر ہو گا اور کیوں نہ ہو۔ وہ قطبِ زماں ہادیٔ دوراں حضرت باواجی فقیر محمد چوراہی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے سوویں عرس مبارک پر منصۂ شہود پر آنے والا ہے۔

تالیفی مراحل میں مکرمی میاں نذیر حسین صاحب امیرِ اعلیٰ بزمِ نقشبندیہ چوراہیہ و منصرمِ اعلیٰ تعمیراتی کونسل دربار چورہ شریف کا ذکر بصد تشکر اس لئے اشد ضروری ہے کہ ان کی مشاورت و استمداد ذکریمی فیضانِ حضرت باواجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خصوصی مظہر ہے۔

اللہ ربّ العزت سے استدعا ہے کہ اس کوشش و کاوش سے وابستگانِ دربارِ عالیہ چورہ شریف کو بالخصوص اور متوسلینِ سلاسل تصوف کو بالعموم مستفید و مستفیض فرمائے۔

آمین ثم آمین۔

طالبِ دعا

بندۂ عاصی

محمد اجمل چشتی (محمودی انگولڑوی)

لے عَنْ اَبِیْ دَرْدَاءِ عَنِ النَّبِیِّ صلعم قَالَ اَبْغُوْنِیْ فِیْ ضُعَفَاءِکُمْ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ اَوْ تُنْصَرُوْنَ ۔ یعنی ابی درداؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسولِ خدا صلعم نے کہ مجھ کو اپنے فقیروں میں ڈھونڈو۔ پس انہی کی بدولت تم کو روزی اور نصرت نصیب ہوتی ہے۔ یعنی فقیر میرے دوست ہیں۔ میں ان کے پاس بیٹھتا ہوں اور وہ ایسے ہیں کہ ان کے طفیل تم کو رزق یا نصرت ملتی ہے۔ ایک روز بعض امرائے عرب حضرت رسولِ خدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارا جی چاہتا ہے کہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا کریں۔ لیکن ہر وقت یہ اصحاب صفہ رذیل و حقیر و فقیر و شکستہ حال آپؐ کے ہم نشین رہتے ہیں۔ ان کے ساتھ بوجہ عار ہم نہیں بیٹھ سکتے اگر اُن کو اس وقت اُٹھا دیا جائے تو آپؐ سے کچھ مسائل دینی حاصل کر لیا کریں۔ معاً اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لے وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَیْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَیْهِمْ مِّنْ شَیْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ یعنی مت ہانک اے محمدؐ اُن کو جو پکارتے ہیں اپنے ربّ کو صبح و شام۔ چاہتے ہیں اُسکا دیدار

لے ۱ اس حدیث کو ابو داؤد نے نقل کیا ہے ۲ لے پ ۷ ع ۱۲۔ سورہ انعام

تجھے نہیں اُن کے حساب میں سے کچھ اور نہ تیرے حساب میں سے اُن پر ہے کچھ۔ کہ تو اُن کو ہانک دے پھر ہو جائے تو ظالموں میں سے۔ اب جائے غور ہے کہ اگر فقراء تھوڑی دیر کیلئے اٹھائے جاتے تو کیا حرج تھا۔ بڑے بڑے عرب کے اُمراء مسلمان ہو جاتے۔ لیکن غیرتِ الٰہی نے گوارا نہ کیا کہ یہ ہمارے خاص دوست حقارت سے اُٹھائے جائیں کوئی دین سیکھے یا نہ سیکھے یہ کسی کے کام میں حارج نہیں ہیں۔ نہ یہ کسی کو رنج دیں نہ اُن کو کوئی رنج دے کہ یہ ہمارے محب خاص ہیں۔ بلکہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہیں فقراء کی صحبت کو غنیمت جان۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے[1]۔ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ○ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھام رکھ اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام طالب ہیں دیدار کے اور نہ دوڑیں آنکھیں تیری ان کو چھوڑ کر تلاش میں رونق دُنیا کی زندگی اور نہ کہا مان اُس کا جس کا دل کیا غافل ہم نے اپنی یاد سے اور پیچھے لگا ہے وہ اپنی خواہشوں کے اور اُس کا کام ہے حد پر نہ رہنا۔

ف: صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ ایک قوم نے جو رؤسا کفار سے تھے آنحضرت صلعم سے کہا کہ ان پشمینہ پوشوں، بے قدروں کو جیسے صہیب و بلال و عمار و خباب رضی اللہ عنہم ہیں کہ ان کے لباس و خرقوں کی بدبو ہم کو تکلیف پہنچاتی ہے کو دُور کر دو تاکہ ہم آپ کے پاس آن کر بیٹھیں۔ اُسوقت

[1] پ ۱۵ ع ۱۴۔ سورۂ کہف ۱۲ [2] اس حدیث کو بیہقی ابنِ ماجہ نے روایت کیا ہے ۱۲

یہ آیت نازل ہوئی اور بعض کے نزدیک یہ آیت مدنی ہے اور سبب نزول یہ تھا کہ ایک گروہ مولفۃ القلوب سے جیسے عیینہ بن حسن و اقرع بن حابس وغیرہ نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ ہم اشراف عرب ہیں۔ سلمان و ابوذر اور فقیر مسلمانوں کے پاس نہیں بیٹھ سکتے۔ اگر آپ ان لوگوں کو الگ کردیں تو ہم آن کر احکام شرع کی تعلیم پائیں۔ اُس وقت حکم نازل ہوا کہ اے محمدؐ بس درویشوں کی صحبت پر صبر کر۔ اسی واسطے رسول خدا دُعا کرتے تھے [1] عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلعم قَالَ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ ہ یعنی حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ تحقیق فرمایا آنحضرت صلعم نے یا اللہ زندہ رکھ مجھ کو مسکین، اور مار مجھ کو مسکین اور حشر کو میرا گروہ مساکین میں جب کہ رسول خدا صلعم نے فقراء کا مرتبہ خدا کے نزدیک بلند دیکھا تو آپؐ نے بھی ان میں شامل ہونے کی دُعا مانگی۔ یہاں مساکین و فقیر سے بھکاری و طماع و حریص دُنیا اور فقیر بے معرفت مراد نہیں بلکہ اُن فقراء سے مراد ہے جو صاحب معرفت ہیں اور انوار الٰہی سے اپنے سینے معمور رکھتے ہیں بلے وَقَالَ النَّبِیُّ صلعم لَا تَجْلِسُوْا عِنْدَ کُلِّ عَالِمٍ اِلَّا عَالِمٌ یَدْعُوْکُمْ مِنْ خَمْسٍ مِّنْ شَکٍّ اِلَی الْیَقِیْنِ وَمِنَ الرِّیَاءِ اِلَی الْاِخْلَاصِ وَمِنَ الرَّغْبَۃِ اِلَی الزُّھْدِ وَمِنَ الْکِبْرِ اِلَی التَّوَاضُعِ وَمِنَ الْعَدَاوَۃِ اِلَی النَّصِیْحَۃِ؛ یعنی فرمایا رسولِ خدا صلعم نے کہ ہر ایک عالم کے پاس مت بیٹھو بلکہ اُس عالم کے پاس بیٹھو جو پانچ چیزوں سے ــ ایا نچ کی طرف بلائے۔ اول شک سے

[1] اس حدیث کو ابونعیم نے حلیہ میں جابر سے نقل کیا ہے ۱۲

یقین کی طرف دوسرے ریار سے اخلاص کی طرف۔ تیسرے دُنیا کی خواہش سے زہد کی طرف، چوتھے تکبّر سے تواضع کی طرف۔ پانچویں عداوت سے خیر خواہی کی طرف اور یہ پانچوں باتیں حاصل نہیں ہو سکتیں مگر فقرار اور اولیار اللہ کی خدمت میں ۔ ؎۱ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَبِیْ خَلَّادٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلعم قَالَ اِذَا رَاَیْتُمُ الْعَبْدَ یُعْطٰی زُهْدَ اِلَی الدُّنْیَا وَقِلَّةِ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوْا مِنْهُ فَاِنَّهٗ یُلْقِی الْحِکْمَةَ۔ یعنی روایت ہے ابوہریرہؓ و ابی خلاد سے کہ تحقیق فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ جس وقت تم کسی بندے کو دیکھو کہ اُس کو بے رغبتی دُنیا اور کم گوئی عطا ہوئی ہے تو اُس کے پاس رہو۔ البتہ اُس کو حکمت یعنی معرفت سکھائی جاتی ہے۔ پس نزدیکی ڈھونڈھو اُس سے اس لئے کہ وہ البتہ سکھایا جاتا ہے اور دی جاتی ہے اُس کو حکمت۔ یعنی معرفت، غرض اور بہت سی حدیثیں فقرار کی شان میں آئی ہیں۔ جس کو شوق ہو کتب احادیث میں دیکھے اس مختصر میں نقل کی گنجائش نہیں۔ اس دعوے کے ثبوت کو یہ چند حدیثیں ہی کافی ہیں تاکہ انسان صحبتِ فقرار کو بہتر اور غنیمت سمجھے اور ان کی حالت ظاہری پر اعتراض نہ کرے اور چشمِ حقارت سے نہ دیکھے۔ ؎

خاکسارانِ جہاں را بہ حقارت بنگر
توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

حُبِّ اولیار کی اہمیت

اگر فقرار ربانی سے شرع شریف کے خلاف کوئی قول یا فعل نظر آئے تو بھی اہلِ ظواہر

؎۱ اس حدیث کو امام بخاری نے نقل کیا ہے ۱۲

کو اس کا انکار و تحقیر مناسب نہیں کیونکہ وہ لوگ سوختۂ آتش عشق و محبت و غریق بحرِ فنا ہوتے ہیں۔ عاشق غلبۂ عشق و محبت میں ادب کا پابند نہیں رہتا ہے

تبعق عاشق بے ادب بری جہد

اور اہلِ فنا چونکہ خودی سے گزر جاتے ہیں وہ خود معذور و مرفوع القلم ہیں۔ ایسے لوگوں کو برا کہنے والا حکم خدا و رسول صلعم سے انحراف کرتا ہے اور خود مبتلائے معصیت ہوتا ہے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا بیان بالا سے فضیلت فقراء و اہل فقر کی ظاہر ہے کیونکہ ان کو تعلیم مثل عام لوگوں کے صرف احکام شرعیہ کی نہیں بلکہ ان کو علم حکمت و معرفت یعنی اسرار ربانی و رموز حقانی سے بھی حصہ ملا ہے جس سے عام لوگ محروم ہیں۔ پس ہر آدمی کو لازم ہے کہ فقراء کی تعظیم و تکریم بوجہ احسن بجا لائے۔ ورنہ خدا و رسول صلعم کا دشمن ہوگا۔ چنانچہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّهٗ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَیْءٍ اَنَا فَاعِلُهٗ تَرَدُّدِیْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ یَكْرَهُ الْمَوْتَ وَاَنَا اَكْرَهُ مَسَاءَتَهٗ وَلَابُدَّ لَهٗ مِنْهُ۔ یعنی روایت ہے ابی ہریرہؓ سے کہ کہا فرمایا ہے رسول خدا صلعم نے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص میرے

وَلی کو تکلیف دے (یعنی میرے ولی سے دشمنی رکھے) پس تحقیق میں اُن کو خبردار کرتا ہوں ساتھ لڑائی کے اور نہیں نزدیکی حاصل کی میری طرف میرے بندے نے ساتھ کسی چیز کے کہ بہت محبوب ہو میری طرف اُس چیز سے کہ میں نے فرض کیا اُس پر اور ہمیشہ میرا بندہ میری نزدیکی ڈھونڈتا رہتا ہے۔ میری طرف بہ سبب نوافل کے یہاں تک کہ میں اُس کو دوست رکھتا ہوں اور جب میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو میں ہو جاتا ہوں اُس کے کان جس سے وہ سنتا ہے اور میں ہو جاتا ہوں اُس کی آنکھیں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اُس کے ہاتھ جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں جن سے وہ چلتا ہے اور یہ بندہ مجھ سے مانگتا ہے تو البتہ میں اُس کو دیتا ہوں اور اگر میرے ساتھ پناہ پکڑتا ہے تو البتہ میں اُس کو پناہ دیتا ہوں اور میں کسی چیز میں توقف و تردد نہیں کرتا کہ میں اُس کا فاعل ہوں۔ میرا تردد مومن کے نفس سے ہے کہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور حال یہ ہے کہ میں اُس کی ناخوشی کو ناپسند رکھتا ہوں اور اُس کو موت سے چارہ نہیں، بھلا جائے غور ہے کہ جو خدا کا دوست ہو اور دوست بھی کیسا کہ خدا اُس کے کان، آنکھیں، ہاتھ، پاؤں ہو جائے اُسکے ساتھ دشمنی رکھنا خدا اور رسول صلعم کا دشمن بننا نہیں تو اور کیا ہے۔ گویا خدا اور رسول صلعم کیساتھ لڑائی کرتا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِہِمْ

اے عزیز خدا اور رسول صلعم کے دوستوں سے محبت کرنا اور اُنکی خدمت میں حاضر ہونا، اُنکی صحبت کو خدا اور رسول صلعم کی صحبت سمجھنا خدا اور رسول صلعم کی خوشنودی کا باعث ہے

لہ رواہ البخاری ۱۲

نصابِ طریقت

(۵) حسنِ ارادت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا عَلٰی سَوَاءِ الطَّرِیْقِ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ رَؤُوْفُ الرَّحِیْمُ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ

سورۃ الحجرات میں ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ۔ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ٥
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ۔ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ ٥ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ٥

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے نہ بڑھو۔ اور تقویٰ اختیار کرو (از حد محتاط رہو) بلاشبہ اللہ سمیع علیم ہے (یعنی علم اور سمع میں تمہاری ہر ہر حرکت اور نیت سے آگاہ ہے) اے ایمان والو نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی آوازیں بلند نہ کرو۔ اور نہ آپؐ کو اس انداز سے بلاؤ جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو (عامیانہ انداز اختیار کرنے پر گرفت ہے)

ایسا نہ ہو کہ تمہارے اس عامیانہ پن کی وجہ سے اکہ تمہارے اعمال برباد کر دیئے جائیں۔ اور تم کو اس کا شعور تک نہ ہو۔

اس فرمانِ رب العلیٰ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ ارشادِ باری تعالیٰ نصابِ طریقت ہے۔ یاد رہے۔ کہ راہِ طلب کی پہلی منزل شریعت ہے شریعت کے لغوی معنی "شروع کرنا"۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف طریقۂ محمد مصطفےٰ علیہ تحیتہ والثنا پر چلتے ہوئے بوسیلہ عبادت رجوع کرنا۔

نبی الانبیا۔ احمد مجتبیٰ علیہ تحیتہ والثنا۔ کہ آپ ہی خلاصۂ کائنات اور فخرِ موجودات ہیں۔ کا فرمان ہے۔ الدنیا مزرعة الاٰخرة۔ دُنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ مولانا رومؒ اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ اے برادر ایں کھیتی میں جو کچھ تو بوئے گا وہی آخرت میں کاٹے گا

گندم از گندم بروید جو ز جو
از مکافاتِ عمل غافل مشو

شریعت کو اگر دریا تصور کیا جائے تو طریقت کی مثال کشتی کی سی ہے اور کشتی صرف دریا میں چلا کرتی ہے خشکی اور ہوا میں نہیں۔

شریعت را مقدم دار اکنوں
طریقت از شریعت نیست بیروں

فخرِ موجودات نبی کُل کائنات۔ محبوب رب العالمین ﷺ کا ارشاد ہے الشَّرِیْعَۃُ اَقْوَالِی وَالطَّرِیْقَۃُ اَفْعَالِی۔ شریعت مانند دودھ کے ہے اور طریقت مانند دہی کے۔

طریقت کا پہلا قدم طلبِ مرشدِ کامل ہے۔ وہ پابند شریعت ہوتا ہے۔ اور طریقت کی راہ کا شناسا ہوتا ہے۔ خود کسی متصل سلسلہ

طریقت سے وابستہ ہو کر اپنے شیخ کامل سے خلافت مجاز حاصل کر چکا ہوتا ہے اور حقیقت و معرفت کے علم سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ۔

"اے ایمان والو۔ اللہ سے ڈرو۔ (یعنی تقویٰ اختیار کرو) اور اس کی طرف پہنچنے کے لئے وسیلہ پکڑو"۔ وسیلۂ اصل حضور نبی پاک ﷺ ہی کی ذات ہے اور آپ ہی کے توسل سے چاروں خاندان اور چودہ خانوادوں کے مشائخ کرام میں رائج ہے۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ (سلسلۂ عالیہ چشتیہ نظامیہ) کے ایک مرید باصفا نے بارگاہِ محبوبی میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے میرے شیخ مکرم! مرید کیسا ہونا چاہیئے۔ اور پیر و مرشد کیسا؟۔

جناب محبوب الٰہیؒ نے یہ سن کر فرمایا۔ کہ فی الفور لاہور چلے جاؤ مرید نے نہ تو سمت دریافت کی نہ زادِ راہ کا فکر اس پر سوار ہوا۔ وہ یہ حکم مرشد و مولا سنتے ہی فی الفور عازم لاہور ہوا۔ قریہ قریہ۔ بستی بستی کا تو ذکر ہی کیا۔ اس نے جنگلوں بیابانوں کا راستہ اختیار کیا اور منزل بمنزل لاہور آن پہنچا۔ درویش آدمی سوچنے لگا۔ کہ ہم بے مایہ لوگوں کا ٹھکانہ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ ہی کی بارگاہ ہو سکتا ہے۔ یوں وہ حاضر بارگاہِ سید ہجویرؒ ہوا۔ مجاورین اور خدام دربار کی دریافت پر اس نے بتایا۔ کہ وہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کے غلاموں میں سے ہے۔ انہوں نے فی الفور حاکم

لاہور کو اطلاع بہم پہنچائی۔ یہ حاکم کچھ عرصہ قبل دربار دہلی (مرکزی حکومت) کے زیرِ عتاب آیا تھا۔ اس نے منت مانی تھی۔ کہ اگر اس عتاب سے گلو خلاصی ہوگئی۔ تو جناب محبوب الٰہیؒ کی خدمت میں پانچ سو اشرفی طلائی بطور نذر پیش کرے گا۔ اللہ نے کیا۔ اس کی مشکل حل ہوئی۔ اب وہ منتظر تھا کہ دربار محبوبی کا کوئی متعلق ملے۔ تو اس کے ہاتھ یہ نذر آپؓ کی خدمت میں ارسال کرے۔ مذکورہ خادم کی آمد نے اسے نہال کر دیا۔ اور وہ سنتے ہی زیارت کے لئے دربار داتا صاحب میں حاضر ہوا۔ اور بعداز ملاقات اپنا مدعا بیان کیا۔ غلام نے بتایا۔ کہ وہ دوسرے ہی دن واپسی کرنے کو تیار ہے۔

واپسی کا انتظام حاکم لاہور کی طرف سے تھا۔ اس لئے بیابانی رستہ اختیار کرنے کی بجائے۔ شہر در شہر ہوتی ہوئی شاہراہ اختیار کی گئی لاہور سے امرتسر پہنچا۔ تو نفس نے سرکشی کی۔ کہ پیرانِ عظام نے اتنی ساری رقم کیا کرنی ہے۔ خواہشاتِ شہوانیہ نفسانیہ تو پوری کر لو تکمیل خواہش کے لئے وہ ایک بیسوا کے ہاں تھا۔ آدھی رات کا سناٹا۔ اس بیسوا کے علاوہ دور دور تک کسی فرد کا گمان تک نہیں۔ کہ اچانک ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اس مرید کے منہ پر زناٹے دار تھپڑ۔ وہ دستِ مبارک کی انگوٹھی سے پہچان چکا تھا۔ کہ یہ میرے پیر و مرشد کا دستِ حق پرست ہے۔ اس لئے وہ بیسوا کے ہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ چونکہ بیسوا نے بھی اس انگوٹھی والے ہاتھ کے تھپڑ کا مشاہدہ کیا تھا۔ اس لئے وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے ہولی۔ مرید اپنا سامانِ سفر سیدھا کر سیدھا بارگاہِ

پیر و مرشد میں رواں ہوا۔ اور دہلی پہنچ کر اپنے آقا کے قدموں پر سر رکھ کر اپنی نیت اور عمل کی معافی مانگنے لگا۔ آپؒ نے فرمایا۔ اے فلاں! پھر سے پوچھ "مرید کیسا ہونا چاہیئے۔ اور مُرشد کیسا؟" مرید کہنے لگا حضورؒ! مشاہدہ ہو گیا۔ بخدا اس مشاہدے کے بعد۔ کہ دُور افتادہ مقام پر میرے پیر و مرشد نے کس خوبی کے ساتھ اور کتنی قدرت کے ساتھ مجھے "گناہ" سے محفوظ رکھا۔ مزید کلام کی ضرورت نہیں۔ ابھی یہ گفتگو جاری تھی۔ کہ وہ بیسوا بھی دربارِ محبوبی میں آن حاضر ہوئی۔ اور عرض کرنے لگی میں ایسے پیشوا کے تصدق جس نے مجھ ایسی بے ہمت اور بے آسرا عورت کی یوں نگہداشت کی۔ کہ اپنے خاوند سے بچھڑ جانے کے بعد۔ ہر رات معجزانہ انداز میں میری عزت کی حفاظت ہوتی رہی۔

آپؒ کے اصرار پر مرید نے اپنا سوال دہرایا۔ تو آپؒ نے جواب دیا کہ مرید تیرے ایسا ہونا چاہیئے۔ کہ جس نے اپنے پیر و مرشد کے فرمان پر بلا چوں و چرا عمل کیا۔ اور پیر میرے ایسا ہونا چاہیئے۔ جو فاصلوں کی پرواہ کئے بغیر اپنے مُرید کے "ایمان" کی حفاظت کر سکے۔ ازاں بعد احوال معلوم ہوا۔ کہ مذکورہ بیسوا دراصل اسی شخص کی گم شدہ بیوی تھی۔ اور حضرت محبوب الٰہی کی معتقد تھی۔ قافلے پر ڈاکہ پڑا۔ خاوند دربدر ہو گیا۔ بیوی ڈاکوؤں کے ہاتھ لگی۔ جنہوں نے اسے بدقماشوں کے ہاتھ بیچ دیا تھا۔ مگر جس کی عزت قدرتِ خداوندی سے محفوظ رہی۔ آپؒ نے اس بیسوا کی حقیقت جان کر اسے اس کے خاوند کے حوالے کیا۔ یہ واقعہ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے۔ کہ مُرید پہ لازم ہے کہ

بقول مولانا روم۔

گر تو کردی ذاتِ مرشد را قبول
ہم خدا آمد و ہم آمد رسول

اپنے شیخ کے آداب کا خصوصی خیال رکھے۔ اس لئے کہ دائرہ طریقت میں شمولیت اصولِ شریعت پر زیادہ مستحکم ہونے کے لئے ہے۔ ربیعت کا معنیٰ ہی خود کو اپنے پیر و مرشد کے ہاتھ بیچ دینا ہے۔ مرید اپنی دین اور دنیا اپنے پیشوا کے سپرد کر دیتا ہے۔ جس نے صدقِ دل سے یہ سودا کیا۔ اور فرمانِ خداوندی "ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ۔۔۔ کی طرف راغب ہوا۔ اس پر لازم ہے۔ کہ

(۱) احکاماتِ شریعت پر سختی سے مداومت کرے۔
(۲) شیخ کامل کی صحبت اختیار کرے۔
(۳) جان و مال۔ اور اہل و عیال سے زیادہ شیخ کامل سے تعلق اور محبت رکھے۔
(۴) اذکار و اشغال اور مراقبات وغیرہ میں صدق نیت اور کامل اعتقاد سے اپنے شیخ کی پیروی کرے۔
(۵) اپنی ذات کا مکمل اختیار پیر کامل کے سپرد کر دے اور کسی حال میں شیخ کے حال و احوال پر معترض نہ ہو۔
(۶) ظاہراً و باطناً شیخ مکرم کی طرف متوجہ رہے۔ اور فقر۔ مسکنت اور تواضع اختیار کرے۔
(۷) اپنی تمام مملوکہ اور مقبوضہ اشیا کا مالک اپنے پیشوا کو تصور کرے۔
(۸) اپنے پیشوا کے سامنے ایسے ہو۔ جیسے مردہ بدستِ غسال۔

⑨ اپنے شیخ کی طرف پیٹھ نہ کرے۔ اور کسی کام میں ان سے تقدم اختیار نہ کرے (یعنی ان سے آگے قدم نہ بڑھائے)

⑩ قدم قدم پیر کامل کے حکم اور منشا پر چلے۔

⑪ اپنے شیخ کے افعال۔ اقوال اور احوال پر متوجہ رہے اور لاپرواہی سے بچے۔

⑫ اپنے پیر و مرشد کے احوال کو رازِ الٰہی تصور کرتے ہوئے ان کے افشار سے گریز کرے۔

⑬ پیر و مرشد کی کسی بات/اشارے کو فضول اور بیکار نہ جانے۔

⑭ تزکیہ نفس میں اپنے پیشوا کامل کی مرضی پر عمل پیرا ہو۔ اپنے اختیار اور ارادہ سے اور بلا اطلاع شیخ کامل کوئی کام شروع نہ کرے۔

⑮ بغیر اجازت پیر کامل انکے پیراہن کو نہ پہنے۔

⑯ پیر کامل کی صحبت میں زائد از ضرورت گفتگو نہ کرے اور شیخ مکرم کی موجودگی میں کسی سائل کے کسی مسئلہ کا جواب بلا اذن و اجازت نہ دے۔

⑰ پیشواءِ کامل کی موجودگی یا غیر موجودگی میں خانقاہ/دربار میں کسی تنازعے میں نہ الجھے۔

⑱ مرید اپنے پیشواءِ کامل پر اس حد تک اعتماد کرے۔ کہ صرف وہی اسے خداوند تعالیٰ سے واصل (پہنچا) کر سکتے ہیں۔ گو دیگر مشائخ کرام بھی اپنی اپنی جگہ بہت مقرب بارگاہِ رب العلیٰ ہیں۔ مگر مرید کو استفادہ صرف اسی کے پیشوا سے یا پھر دیگر مشائخ سے بھی

بواسطہ پیشوا خود ممکن ہے۔ یوں مرید کے لئے اس کا پیشوا کامل ترین ہے۔

(۱۹) دشمن حاسد۔ اور بزرگانِ دین سے کینہ رکھنے والوں کی بات پر کان نہ دھرے۔

(۲۰) پیر کامل۔ انبیائے کرام کی طرح معصوم عن الخطا نہیں ہوتے۔ تاہم اللہ کریم اپنے فضلِ خاص اور ان کے پیرانِ عظام کے طفیل و تصدق انہیں خطاؤں سے محفوظ رکھتا ہے۔

(۲۱) پیشوائے کامل اور دیگر مشائخ عظام کی محافل میں شرکت کے وقت ہنسی مذاق اور بے وقار اندازِ گفتگو سے پرہیز کرے۔

(۲۲) شیخ مکرم کے سامنے ملائم لہجہ میں گفتگو کرے۔

(۲۳) پیر کامل کے حضور مؤدب اور دو زانو بیٹھے۔ اور سر برہنہ نہ رہے۔

(۲۴) شیخ محترم سے دورانِ گفتگو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یا بے حجابانہ اندازِ گفتگو سے اجتناب کرے۔

(۲۵) کسی وقت پیشوا بے عذر و خطا ناراضگی کا اظہار کریں تو اسے من جانب اللہ تصور کرتے ہوئے اپنی اصلاح کے نقطۂ نظر کو مدِنظر رکھے اور اس امر کو قرین مصلحت سمجھے۔

(۲۶) پیر مکرم کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرے۔

(۲۷) پیرِ کامل کی اطاعت و فرمانبرداری اپنا فرض جانے۔ کہ شیخ کامل نائب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے۔ اور پیر کامل کے حکم کے مطابق، اتباع۔ طاعت و ریاضت و مجاہدات کرے۔ تاکہ آئینۂ دل صاف و صیقل ہو۔

(۲۸) دل میں تجلیاتِ شیخ دیکھنے پر عاشقِ زار بنے۔ اور آرام و سکون و قرار کو الوداع کہے تاکہ طلب۔ جستجو اور بیقراری میں سرگرمی پیدا ہو۔ اور وہ سعادتِ ازلی کا حق دار بنے۔

(۲۹) پیر و مرشد اور سجادگان کے سامنے حتی الامکان کھانے پینے سے گریز کرے۔ مجبوراً کھانا پڑے۔ تو بطور خاص آدابِ خورد و نوش کا خیال رکھے۔

(۳۰) مجالس ذکر و محافل اذکار میں پیر و مرشد، صاحب سجادہ و مشائخ کرام سے مناسب فاصلہ پر بیٹھے تاکہ ایسی مجالس میں ضیق اور تنگی کا احساس پیدا نہ ہو۔

(۳۱) پیر و مرشد حیات ہوں۔ تو ان کی بلند رتبی کے لئے بارگاہِ خداوندی میں دُعا گو رہے۔ اور پھر اس کے اثراتِ خوش آئند سے لطف اندوز ہو۔ بعد از وصال شیخ محترم ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو اور ایصال ثواب کے ذریعے ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی سعی کرتا رہے۔

(۳۲) ارادت کے لئے صدق و اخلاص شرطِ اول ہے۔

(۳۳) مرشد کے آستانہ پر (انکی حیاتِ دینوی میں اور ازاں بعد بھی) ہمیشہ عاجز و خاکسار بنا رہے۔

(۳۴) حالتِ سفر و حضر میں احتیاط رکھے۔ کہ اس کا سایہ اس کے مرشد پر نہ پڑے۔

(۳۵) خود کو ہمیشہ اپنے پیشوا کے حضور حاضر جانے (یعنی اس کے ہر قول و فعل اور ارادہ سے بفضلِ الٰہی۔ پیشوا آگاہ ہوتا ہے۔)

(۳۵) پیشوا کی بارگاہ سے رخصت ہوتے ہوئے تا حدِ نگاہِ پیر۔ اُلٹے پاؤں چلے تاکہ پیشوا کی طرف پیٹھ نہ ہو۔

اصطلاحِ صوفیہ میں مرید اسے کہا جاتا ہے۔ جو کسی متصل سلسلہ طریقت کے خلیفہ مجاز کے (بذریعہ بیعت طریقت) حلقہ ارادت میں شامل ہوتا ہے اور استفادہ و تربیت روحانی کا طلب گار ہوتا ہے ارادت کی شرطِ اول صدق و اخلاص ہے۔ وہ خلوصِ دل سے اپنے پیشوا کی حرکات و سکنات تعلیمات کا پیرو اور متبع ہوتا ہے۔ یعنی جو مرید پیر کے طریق پر چلتا ہے۔ وہ تو مُرید ہے۔ مگر جو اپنی ارادت و مرادات کی پیروی کرتا ہے وہ اپنی ہی مرادات کا مُرید ہے۔

پیرِ کامل مرید کو جس طرح ہدایت فرمائے اور جس راہ پر چلائے اس پر والہانہ۔ بیدریغ۔ بلا چون و چرا۔ بغیر شک و شبہ عمل پیرا ہو۔

خواجہ عبداللہؒ فرماتے ہیں مرید وہ ہے جو ارادے کی آگ میں جل گیا ہو۔ اور اس نے اپنی تمام مرادوں کو مٹا دیا ہو۔ وہ صرف آئینہ پیر ہی میں دل کی بصیرت سے۔ اپنی مرادوں کا جمال دیکھتا ہو۔ ہر طرف سے توجہ ہٹا کر صرف جمال شیخ ہی کو اپنی توجہات کا قبلہ بنا لیا ہو۔ اپنی ہر آزادی کو پیر کی بندگی میں دے دیا ہو۔ اور سرِ نیاز کو بصد اخلاص آستانہ شیخ پر رکھ دیا ہو۔ اپنے پیشوا کی قبولیت ہی میں اپنی سعادت سمجھتا ہو اور پیر کی ناراضگی میں اپنی شقاوت جانتا ہو۔ اپنی جان کو ہیچ اور پیر ہی کو جان اور جانِ جہان تصور کرتا ہو۔ خواجہ شمس تبریزیؒ (پیر و مرشد حضرت مولانا رومؒ) فرماتے ہیں۔ مرید قبول یافتہ

کی حالت یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ کسی بھی طور غیروں (غیر عقیدت مندوں) کے
کے ساتھ صحبت نہ رکھے۔ اور اگر کبھی بیگانوں میں پھنس ہی جائے۔ تو اس
کی ایسی حالت ہو۔ جیسی جیل میں قیدی کی۔ اس لئے کہ

یک زمانِ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

شیخ۔ خدا یا الٰہ نہیں ہوتا۔ وہ خدا نما ہوتا ہے اور اسی کے توسط سے
مرید کو خداوند تعالیٰ کا پتہ ملتا ہے۔

واللہ پیر۔ الٰہ نہیں ہے۔ لیکن الٰہ نما یہی ہے
واللہ پیر خدا نہیں ہوتا۔ لیکن خدا سے جُدا بھی نہیں ہوتا

جب تک مرید اپنے پیشوا کے جمال پر دلوانہ وار فدا نہیں ہوتا اور خود کو
پیر و مرشد کے تصرف میں نہیں دے دیتا۔ اس پہ درِ فیضانِ ابدی وا نہیں ہوتا۔
اس سے یہ مراد ہے کہ دیگر مشائخ و بزرگانِ کرام کی خدمت میں جانے
پہ کوئی پابندی نہیں ہے بلکہ جہاں کسی مردِ حق کا علم ہو اس کی زیارت کرے۔
اصل مقصود یہ ہے۔ کہ اپنے مرکز و محور ہی کو اپنا مقصود تصور کرتا رہے۔

مختصراً یہ کہ

بندہ پروردگارم۔ اُمّتِ احمد نبیؐ
دوست دار چار یارم تا با اولادِ علیؓ
مذہب حنفیہ دارم ملتِ حضرت خلیلؑ
خاکپائے غوث الاعظمؒ زیرِ سایہ ہر ولی

وَآخِرُ دَعْوَانَا عَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

(پروفیسر محمد اجمل چشتی محمودی)

شیخ الاسلام والمسلمین مظہر تجلیات غوث الوریٰ محی الدین ثانی شیخنا حضرت حافظ شاہ جمال اللہ حسنی حسینی قادری نقشبندی مجددی چشتی صابری قدس اللہ سرہٗ

ولادت اور نام

حضرت شاہ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ رامپوری کے والدِ گرامی سیّد روشن شاہ گیلانی بخارا سے نقل مکانی کر کے پنجاب کے مشہور شہر گجرات میں درگاہ حضرت شاہ دولہ ولی رح میں قیام پذیر تھے۔ ارادہ وسط ہند تک پہنچنے کا تھا۔ کہ ۱۱ ربیع الاول ۱۱۳۷ھ بمطابق ۱۷۲۴ء بوقت صبح صادق اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرزند ارجمند عطا کیا۔ جس کی بشارت حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ پہلے ہی آپ کو دے چکے تھے۔ بلکہ نام "محی الدین" رکھنے کا اشارہ بھی فرما چکے تھے۔ لیکن آپ کی فطرت جمالی کچھ اس طرح عیاں ہوئی۔ کہ چار وانگ عالم میں حافظ جی شاہ جمال اللہ کے نام سے آپ کی دھوم مچی۔ اور اصل نام صرف خواص ہی کو یاد رہ گیا۔ یوں آپ کا پورا اسم گرامی حضرت "سیّد محی الدین حافظ جمال اللہ گیلانی" قدس اللہ سرہٗ العزیز ہے۔

والدِ محترم | جناب سیّد عبدالقادر جیلانی معروف بہ غوث الاعظم قدس اللہ سرہٗ العزیز کی اولاد کو اللہ کریم نے یہ شرف بخشا ہے۔ کہ نسل در نسل اس میں اولیاء کرام کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ حضرت شاہ جمال اللہ جیلانیؒ کے والدِ قبلہ گاہ بھی بلند پایہ مشائخ بخارا میں سے تھے۔ اسم گرامی سید سلطان شاہ قادری تھا۔ اور عرفِ عام سلطان الاولیاء سیّد روشن شاہ تھا۔ آپ کا نسب اٹھارہ واسطوں سے حضرت غوث الوریٰ۔ سید الاولیاء قطبِ ربانی غوثِ صمدانی۔ شہبازِ لامکانی۔ محبوبِ سبحانی حضرت سیّدنا شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ العزیز سے جا ملتا ہے۔

تعلیم و تربیت | ایامِ طفلی میں گھر سے نکل کر وزیر آباد (پنجاب) میں چلے آئے اور ایک عالم باعمل و صالح کے خوارق العادات اطوار دیکھ ان ہی کے ہو رہے۔ انہی سے نو عمری ہی میں حفظ قرآن کریم سے تعلیم کی ابتداء کی اور ۱۱۴۶ھ میں جب ابھی آپ نو سال ہی کی عمر کو پہنچے تھے کہ حفظ قرآن مکمل کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے والدِ گرامی ہی سے ابتدائی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے اور فارسی۔ عربی پر معقول دسترس حاصل کر لی چونکہ یہ تعلیمی سلسلہ وزیر آباد میں تکمیل پذیر ہو رہا تھا۔ اور اس خطے کی زبان پنجابی تھی۔ اس لئے اس زبان کی ادبیات پر بھی آپ کی گہری نظر رہی۔ ۱۱۴۶ھ ہی میں آپ کی والدہ ماجدہ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ اسی سال آپؒ کو اپنے جداعلیٰ حضور غوث پاک نور اللہ مرقدہٗ کی زیارت ہوئی۔ اور ازاں بعد منبع عرفان خاتم الخلفاء راشدین قسیم حوضِ کوثر سیدنا علی المرتضیٰ اسد اللہ غالب کرم اللہ وجہہ الکریم کی زیارت سے مشرف

ہوئے جس کا یہ اثر ہوا۔ کہ طبیعت میں ولولہ بیخودی اور وارفتگی مزید بڑھ گئی

ورود دہلی آپؒ اپنی عمر شریف کے چودھویں سال میں تھے۔ شوقِ طلب جولانی پر تھا۔ اپنے اُستادِ مکرم کے ایماواشارہ پر کہ آپ کا حصۂ ولایت ہندوستان (مراد وسطی ہند) ہی ہے آپ انہی کی ہمراہی میں دہلی آگئے۔ اور شاہجہان آباد کی ایک غیر آبادسی تین دری مسجد میں رہنے لگے۔ قریب ہی استادِ مکرم کی رہائش تھی۔ اس لئے ان سے علاوہ دیگر علوم کے فقہ کی تعلیم کا حصول شروع بھی کیا۔ استاد محترم نے اپنے اس سعادت مند شاگرد کی عادات سے اندازہ کر لیا تھا۔ کہ آپ ایک عالم کے مقتدا ہونگے اور گاہے گاہے۔ وہ اس کے اظہار سے بھی گریز نہ کیا کرتے تھے۔

ضرورتِ مرشد گوشۂ تنہائی۔ جذبہ شوق۔ دنیاوی شور و شر سے قدرے سکون غرض یادِ الٰہی کے لئے موزوں ماحول میسر آیا ہوا تھا۔ اس لئے آپ روزانہ ۲ قرآنِ پاک ختم کر لیتے۔ نوافل بھی معقول تعداد میں ادا ہوجاتے۔ اُستادِ محترم سے تعلیم بھی جاری تھی۔ اُستادِ گرامی کے خانگی امور بھی باحسن سرانجام دیتے جاتے۔ خصوصاً چکی پر آٹا پیس کر دیا کرتے۔ کم خوردن و کم گفتن پر عمل پیرا تھے۔ اُستادِ مکرم کے ازحد اصرار پر دوسرے تیسرے دن کچھ جَو خوراک تھی۔ اس پر بھی اُستاد مکرم آپ کی استعدادِ باطنی کے پیشِ نظر اکثر آپ کو کسی مردِ حق کے دستِ حق پرست پر بیعت ہونے کی تلقین فرمایا کرتے۔ لیکن یہی بات حضرتِ قبلہ گاہ اپنی زبانی یوں فرماتے ہیں" دو قرآن حکیم کا روزانہ کا ورد۔ علم فقہ کی تعلیم۔ اُستاد کی خدمت حتیٰ کہ ان کے گھریلو امور

کی کفالت اور کم خوردگی ـــــ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ مجھ میں کیا کمی ہے کہ میں کسی اور کا دستِ نگر ہوں اور خود کو اس کی غلامی میں دوں۔ میں جو ریاضت کر رہا ہوں۔ اس سے زیادہ درویشی میں اور ریاضت کیا ہو گی۔ اندریں حالات دوسروں سے التجا کرنے کا کیا فائدہ (ذرا خود بینی ملاحظہ ہو) یہ تھا وہ خیال جو تلقینِ استاد پہ کان نہ دھرنے دیتا تھا۔ لیکن جب رحمتِ کامل جوش پہ ہو تو وہ رجالِ غیب سے کام لینے سے بھی گریز نہیں کرتی۔

" ایک گھپ اندھیری رات تھی۔ ہُو کا عالم وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا کے مزے لوٹتے ہوتے۔ تلاوتِ قرآنِ حکیم میں مستغرق اس ویران مسجد کا کھلا ہوا در بھی مکمل طور پہ بند۔ کسی بھی شخص کے مسجد میں آجانے کے امکانات معدوم۔ کہ اچانک میری نگاہ اوپر اٹھی اور دیکھا کہ ایک شخص۔ سراپا مظہر انوارات اور شاید اسی بات کا منتظر کہ میں اس کی طرف متوجہ ہوں۔ فرمانے لگا۔ "جمال اللہ! تلاوتِ قرآنِ مجید اور پھر یہ ترتیل۔ واقعی بڑی عمدہ ہے۔

لیکن ولایت اور قُربِ خداوندی بغیر بیعت طریقت حاصل ہونا قطعاً محال بلکہ ناممکن ہے۔ یہ کہہ کر بدستور

بند دروازے کے باوجود وُہ مردِ حق آگاہ غائب ہوگیا۔ میں نے بڑا اِدھر اُدھر تلاش کیا۔ مگر لاحاصل۔ میں سمجھ گیا کہ اشارہ غیبی ہے حال میں ایک کیف تھا۔ وجدانیت تھی۔ حظ تھا۔ آدھی رات ہی کو دوڑا دوڑا اپنے استادِ معظم و مکرّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بصد نیاز اپنے حال سے آگاہ کرنے کے بعد عرض کی کہ ابھی چلیئے اور مجھے کہیں بیعت کرا دیجئے۔ میرے اضطرار اور اصرار کے باوجود آپ نے فرمایا کہ رات کے اس حصّے میں کہ رستے ویران اور علاقہ جنگل نما. باہر نکلنا خطرے سے خالی نہیں۔ اس اندیشے کے پیشِ نظر معاملۂ بیعت کو دن نکلنے تک ملتوی فرما دیا۔ رات کا باقی ماندہ حصّہ گزارنے کو جگر چاہیے تھا۔ یہ طویل لمحات کیونکر گزر پائے۔ زبان و بیان اسے واضح کرنے سے قاصر ہیں۔ خدا خدا کر کے سورج نے اپنی شکل دکھائی اور صبح ہی صبح میں ان کے ساتھ ان کے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ پیر قطب الدین۔ مولوی محمد اشرف۔ حیدر حسین مدنی صاحب کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔

بیعت

آپ کے رُخِ انور پر نظر پڑنا تھی کہ میری آتشِ اضطراب بے تابیوں کی آخری حدود کو چھونے لگی اور دل تھا کہ قدم بوس ہونے کو بے قرار ہونے لگا۔ مگر شاہ صاحب نے بطریقِ احسن میری اس تمنّا کو ملتوی کیا اور میرے استادِ محترم سے دریافت فرمایا کہ اس برخوردار کی معاشی کفالت کا کیا بندوبست ہے اور اس کا معاد (آئندہ پروگرام زندگی) کیا ہے (یہ دراصل میری اضطراری

کیفیت کو حدِ اعتدال تک لانے کی ایک صورت تھی) اُستادِ گرامی نے ہی میرے جملۂ احوال سے آگاہی کا فریضہ پُورا کیا۔ جب آپ نے علمِ فقہ کی تحصیل میں میری سعی و کوششوں کا ذکر سنا تو بڑے ہی دلفریب انداز میں ارشاد فرمایا "جبکہ شادی ہی نہ ہوگی تو مسائل حیض و نفاس کی آگاہی سے کیا فائدہ"۔ میرے دل میں فوراً یہ خیال راسخ ہو گیا کہ شیخ مکرّم نے میرے مستقبل پر جو نظرِ کرم فرمائی ہے اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ "نکاح" میرے لئے جائز نہیں ہے" پھر آپ براہِ راست میری طرف متوجّہ ہوئے اور میرے بعیت ہونے کے ارادہ کے متعلق فرمایا۔ آج رات استخارہ کرنا تاکہ اس امر کی صراحت ہو سکے کہ میرے ہاں آپ کی بعیت کے متعلق ارادہ خداوندی کیا ہے۔ پھر جو امر جس طرح ظاہر ہوگا۔ اس کے مطابق کیا جائے۔ اس فرمان پر میں نے بڑے خشوع و خضوع سے استخارہ کیا۔ مگر حیرت یہ ہے کہ اس استخارے میں جو امور مجھ پر منکشف فرمائے گئے ان کا کچھ بھی مجھے یاد نہ رہا۔ بلکہ کیا خواب دیکھا۔ یہ تک فراموش تھا۔ خیر میں صبح حاضرِ خدمت ہوا۔ آپ حضرت باقی باللہ قدس اللہ سرّہٗ العزیز کے مزارِ مقدسہ کے بائیں (پاؤں کی طرف) تشریف فرما تھے۔ (آپ گزشتہ ۲۴ سال سے اسی مزار شریف کی جاروب کشی کر رہے تھے اور اپنے ہاتھ سے مزار شریف کی جھاڑ پونچھ کرتے خود جھاڑو سے صفائی کرتے اور سرکار کے پائے ناز میں بیٹھنے کو اپنی زندگی کا حاصل تصور فرمایا کرتے) آپ نے خواب کے متعلق ۔ کچھ استفسار نہ فرمایا اور اپنے حلقۂ ارادت میں بعیت سے

مشرف فرمایا۔ یہ واقعہ ۱۱۵۱ھ وقوع پذیر ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک صرف ۱۴ برس تھی۔ قبلہ شاہ صاحب قطب عرب وعجم سے مشہور تھے۔

تربیتِ معرفت وطریقت

آپ فرماتے ہیں کہ بیعتِ طریقت مرشد کرنے کے روز ہی سے میں نے یہ معمول بنا لیا کہ صبح ہی صبح خدمتِ مرشد میں حاضر ہو جاتا اور شام تک آپ کی خدمت میں دست بستہ کھڑا رہتا۔ لیکن جب مراقبہ کا وقت ہوتا تو سرکار حکماً بٹھا دیا کرتے۔ بارہ برس آپ نے اس عزم و حوصلہ سے محنت و ریاضت کی۔ یہاں تک کہ ایک روز آپ نے فرمایا۔ حافظ صاحب کثرتِ مجاہدہ سے اب تم کو کمال عطا ہو گیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ دستِ غیب اور کیمیا بھی تم کو بتا دیں۔ میں نے عرض کی۔ کہ میری خواہش۔ "آپ سے آپ کے سوا اور کچھ نہیں۔ آپ یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ اُٹھ کر مجھے گلے سے لگا لیا اور خلعتِ خلافت و اجازت عطا فرمائی۔ جو لباسِ مطہرہ زیب تن تھا۔ وہی اُتار کر عنایت فرمایا اور اپنے تمام خلفائے قدیم سے فرمایا۔ اب تم بھی حافظ صاحب سے اجازت لو۔ یہ امر دہلی میں مزار حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ پر ۱۱۶۳ھ میں سرانجام پایا۔

تولیتِ دربارِ مجدّدی

۱۱۵۴ھ میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی نے حضرت علامہ شاہ اشرف حیدر مدنی علیہ الرحمۃ کو بصورتِ بشارت فرمایا کہ حافظ جمال اللہ کو ہماری خدمت پر مامور کر دو۔ چنانچہ مزار مقدسہ سرہند شریف

کی تولیت آپ کے سپرد کردی گئی اور تین سال تک اپنے پیشوا کریم کے ہمراہ بحسن و خوبی اس خدمت سجادگی کے فرائض انجام دینے کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ ننہالی ہونے کے ناطے افاغنہ سے ایک گونہ محبت تھی۔ پٹھان بھی آپ سے ازحد لگاؤ رکھتے تھے۔ یوں روہیلکھنڈ کے وسیع علاقہ کو آپ کی ولایت میں دے دیا گیا۔

اوّلین ظہورِ خرقِ عادت

۲۶ سال کی عمر تھی مگر تقدس کا ایک حالہ آپ سے ہویدا تھا۔ ۱۱۶۳ھ میں مسندِ خلافت سے سرفراز ہونے کے بعد حالتِ سفر میں کراچی بیدرگاہ پر تشریف فرما تھے کہ پہلی مرتبہ آپ سے خلافِ عادتِ عامہ (کرامت) امر سرزد ہوا۔ اور آپ کی قبولیتِ دعا کا اثر ایک عالم نے ملاحظہ کیا۔ یوں مخلوق خدا آپ کی طرف راغب ہوئی۔

تربیّت افاغنہ

قطب العرب والعجم حضرت شاہ اشرف حسین حیدر مدنی قدس اللہ سرہٗ العزیز نے اپنے باکمال مرید کی استطاعت اور فیضان اثر ملاحظہ فرماتے ہوئے حکم فرمایا کہ جمال اللہ موضع کہر میں جاکر افاغنہ کی تربیت کرو۔ اس حکم کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت قبلہ صاحب کی والدہ ماجدہ کا تعلق افغانوں کے ایک مقتدر قبیلہ سے تھا اور آپ کو ننہالی ہونے کے ناطے افاغنہ سے ایک گونہ محبت تھی۔ پٹھان بھی آپ سے ازحد لگاؤ رکھتے تھے۔ یوں روہیلکھنڈ کے وسیع علاقہ کو آپ کی ولایت میں دیدیا گیا۔

اظہار ولایت

آپ رامپور جس کا اسلامی نام مصطفٰے آباد رکھا گیا تھا، میں آگئے اور ایک مدت تک اپنے آپ کو اخفا میں رکھے ہوئے۔ رسالہ دار بہادر یار جنگ کے توسط سے سید فیض اللہ خان صاحب بہادر کی ملازمت میں رہے لباس سپہ گری میں درویشی کی کسی کو ہوا نہ لگنے دیتے ادھر سید العرب والعجم حضرت اشرف حیدر مدنی بار بار تاکید فرماتے کہ سلسلۂ طریقت کو رائج کرنے میں سعی کی جائے۔ مگر آپ تھے کہ صابرانہ انداز میں اپنے اصل کی طرف کسی کو متوجہ ہی نہ ہونے دیتے تھے۔ بالآخر فیضانِ شیخ جوش پہ آیا اور ایک دن عین بازار میں کھڑے تھے۔ سامنے نواب صاحب کا دروازہ تھا کہ ایک نئے نوازنے ایک سُریلی دُھن پر اپنے فن کے مظاہرہ کا آغاز کیا۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کرنے کی آواز میں خرخش پیدا ہونا تھا کہ آپ کی طبیعت میں ایک والہانہ پن پیدا ہوا۔ آپ واپس مڑ کر رسالہ دار کے گھر کی طرف روانہ ہوئے اور اس وجدانی کیفیت میں جس پہ نگاہِ ناز پڑی اسے خود کو سنبھالنا دشوار ہوگیا۔ اور وہ بیہوش ہو کر گر گیا۔ یہ واقعہ ۱۱۷۹ھ میں یعنی حصولِ خلافت کے سولہ سال بعد ظہور پذیر ہوا۔

(آپ کا ظرف اور صبر ملاحظہ ہو)

نواب سید فیض اللہ خان صاحب بہ اصرار داخل سلسلہ ہوئے۔ نزال بعد ہزاروں کی تعداد میں پٹھان اور دیگر اقوام کے لوگ داخل سلسلہ ہو کر خود پرست رُبت پرست، سے خدا پرست ہوئے۔

سنہ ۱۱۶۳ھ میں ہی آپ کو زیارت نبی کریمؐ اور زیارت غوث پاکؓ کا شرف ہوا

جامع مسجد دہلی میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ثانی اور شاہِ عالم ثانی کو زیارت کروانا

سنہ ۱۱۶۶-۶۷ھ میں قیامِ دہلی کے موقع پر آپ نمازِ تہجد کے لئے اکثر جامع مسجد میں جایا کرتے - ایک مرتبہ آپ جامع مسجد کے حوض پر وضو فرما رہے تھے کہ دہلی کے مغل بادشاہ شاہ عالم ثانی بھی نمازِ تہجد کی ادائیگی کے لئے مسجد میں آئے (اس سے پیشتر بھی دونوں گرامی قدر شخصیات نمازِ تہجد میں ایک دوسرے کی موجودگی سے آگاہ تھیں مگر بظاہر دونوں اپنے آپ کو دوسرے سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کیا کرتے - بعد از فراغتِ وضو شاہ عالم حوض کے ایک کونے پر مؤدب (با ادب) رُک گئے - آپ بھی اسی کونے پر آکر مؤدب ہو گئے - تھوڑی دیر بعد دونوں کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حالت میں زیارت ہوئی - کہ گویا آپ حوض پر وضو فرما کر اس کونے پر کھڑے اور آپ کی کہنیوں مبارک سے وضو کے قطرے اس مقام پر گر رہے ہیں - ازاں بعد شاہ عالم کی درخواست کو پذیرائی بخشتے ہوئے اس مقام پر آہنی جنگلا لگا دیا گیا کہ اس مقام پر حضرت قبلہ گاہ اور شاہ عالم ثانی کو بعد از وضو حضور علیہ السلام کی زیارت ہوئی اور دونوں نے آپؐ کی کہنیوں سے گرنے والے وضو کے قطرات

کو آپ کی زیارت کے وقوف کے بعد تک ملاحظہ کیا۔ یہ جنگلا اب بھی موجود ہے۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت قبلہ گاہ اس موقعہ پر خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کرا رہے تھے۔

دربار سیدنا مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ میں حاضری

چند دن دہلی میں قیام رہا پھر جناب مخدوم سید علی احمد صابر علیہ الرحمۃ کے ہاں حاضری کی غرض سے کلیر شریف کا سفر اختیار کیا۔ دربار شریف پر چلہ کش تھے کہ جناب صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی اور آپ نے فیوضاتِ چشتیہ سے سیراب فرمایا۔

لکھنؤ میں آمد سنہ ۱۱۶۸ھ میں کلیر شریف سے عازم لکھنؤ ہوئے وہاں محلہ نخاس میں ایک مسجد میں قیام فرمایا اور خلق خدا کو راہِ ہدایت سے سرفراز فرمایا اور کچھ عرصہ لکھنؤ میں اسی مسجد میں گزار کر بریلی شریف کا سفر اختیار فرمایا۔ طبیعت کا اضطراب اور یاد الٰہی کا غلبہ کسی ایک مقام کو مستقل مستقر بنانے میں رکاوٹ تھا۔

بریلی شریف میں ورودِ مسعود عشق کی بے تابیاں اپنی جولانی پر تھیں۔ عالمِ وارفتگی میں بریلی شریف جلوہ افروز ہوئے۔ طالبانِ حق شمع نورانی پر پروانہ وار تھے دیگر

جانثاروں کے علاوہ امرائے بریلی میں سے حافظ رحمت خاں اور اُنکے اہل خاندان شرفِ بیعت سے سرفراز ہوئے۔

بدایوں میں تشریف آوری

۱۱۷۷ھ میں بریلی سے روانہ ہو کر آپ بدایوں تشریف لائے بظاہر مقصد حضرت خواجہ حمید الدین علیہ الرحمۃ کے عرس مبارک میں شرکت تھی۔ مریدین و محبین کا ایک گروہ ساتھ شامل تھا۔ یہاں خواجہ فیض بخش شاہ درگاہی سے ملاقات ہوئی۔ آپ اپنے زمانہ کے اجل اہل اللہ سے تھے۔ چند روزہ رفاقت نے آتشِ شوق کو مزید مہمیز کیا۔ حضرت قبلہ گاہ نے اشتیاق و طلب دیکھ کر حضرت سیدنا فیض بخش صاحب کو اپنے حلقہ ارادت میں داخل فرمایا اور اپنے سلسلہ کی خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔

منواپٹی میں قیام

رُشد و ہدایت کا یہ بہتا ہوا دریا مختلف مقامات پر طالبانِ راہِ خدا کی سیرابی کرتا ضلع بریلی کی تحصیل بھیڑی کے ایک مشہور مقام منواپٹی آ قیام پذیر ہوا اور معمول کے مطابق ایک ویرانہ کو منتخب کر کے ایک مسجد بنا کر اس کے حجرہ میں رہائش پذیر ہو گئے۔ بستی والوں نے کچھ زمین آپ کے نام کر دی آپ نے اس میں دو باغ لگوائے اور انہیں مسجد ہی کے لئے وقف کر دیا۔ دو سال یہاں قیام فرمانے کے بعد آپ رام پور پہنچے اور مدت تک والیٔ رامپور جناب سید فیض اللہ خان بہادر کے ایک رسالہ دار جناب بہادر جنگ خاں کے رسالہ میں سپہ گری میں مگن رہے اور اپنی للّٰہیت کو

کمال استقامت سے چھپائے رکھا۔ دہلی سے آپ کے پیر و مُرشد برابر تاکید فرماتے رہے کہ سلسلہ طریقت کی ترویج کی غرض سے آپ کو رامپور بھیجا گیا ہے۔ آپ وہاں لوگوں کی تربیت کا آغاز کریں مگر آپ لباس سپہ گری میں اپنی درویشی کو چھپاتے رہے اور اپنی اصلیت عوام پر واضح نہ ہونے دی

اجرائے سلسلہ

نے نواز کی دُھن پر آپ کا وجد میں آنا اور جو سامنے آیا اُس کا ہوش و خرد سے ہاتھ دھو بیٹھنا ایسا امر تھا کہ پٹھان جوق در جوق بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے۔ یوں یہ غیرت مند مگر بے مُرشدی قوم خدا پرستی کی طرف مائل ہوئی۔ علاوہ ازیں ریاست میں موجود دیگر اقوام بھی مائل بحق ہوئیں۔ سید فیض اللہ خاں والئ رامپور بھی داخل سلسلہ ہوئے۔ آپ کے اصرار اور پیر و مرشد کی ہدایت پر آپ نے رامپور میں مستقل قیام کو منظور فرمایا اور بڑکیلا ندی کے کنارے ایک غیر آباد جگہ ایک مسجد بنوا کر اس کے ایک حجرہ میں قیام پذیر ہو گئے اور اہل رامپور کے دُکھ سُکھ حتیٰ کہ صلح و جنگ میں بلکہ قیام و گریز میں ان کے شریکِ حال بن گئے۔

مُسخّرات

یوں تو اولیا کرام سے ہر دم مسخرات اور خارق عادت امور کا اظہار ہوتا ہے۔ سب سے بڑی کرامت اُن کی ہر حال اور ہر نوع میں بلا خوف و خطر یادِ الٰہی میں مشغولیت ہوتی ہے اور بڑی سے بڑی قیامت بھی ان کو خدا یادی سے غافل کرنے میں ناکام رہتی ہے۔ تاہم چند ایک خوارق بطور تبرک درج ہیں۔

جذام کا علاج (۱)

حافظ رحمت خاں کی بیٹی خدیجہ بیگم بھی اپنے والدِ محترم کے ساتھ داخلِ سلسلہ ہوئی تھی۔ وہ مرضِ جذام میں مبتلا ہوگئی۔ آپ کی خدمت میں عرض گزاری گئی۔ آپ نے دُعا فرمائی اور موصوفہ مکمل طور پر صحت یاب ہوگئی۔

فساد کا خاتمہ (۲)

ایک شخص قاضی سند نامی نے سید عبداللہ صاحب بغدادی (ایک مقتدر علاقائی شخصیت) کو حضرت قبلہ گاہ کے خلاف بھڑکایا۔ نتیجہ یہ کہ ایک جماعت آمادہ فساد ہوئی۔ اور حافظ جمال اللہ علیہ الرحمۃ پر چڑھائی کر دی۔ مگر قاضی صاحب مذکور کی تمام شرانگیزی ناکام رہی اور ہنگامہ فرد ہوگیا۔

نگاہِ کیمیا اثر (۳)

نے نواز کی سُر تال پر آپ کا وجد میں آنا اور جس پر آپ کی نگاہ پڑنا اس کا بیہوش ہونا۔ اجرائے سلسلہ کے تحت درج ہے۔

نگاہِ فیض رساں

حضرت خواجہ فیض اللہ تیراھی احمد شاہ ابدالی کی افواج میں شامل رہے۔ اس نے آپ کو ریاست رامپور کی سپہ سالاری سونپی۔ ایک روز آپ قلعہ کی سپاہ کی تربیت ملاحظہ فرما رہے تھے کہ حضرت حافظ جمال اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیر کرتے ہوتے اُدھر آ نکلے۔ قلعہ کی فصیل پر کھڑے خواجہ فیض اللہ پر ایسی نگاہِ ناز ڈالی کہ وہ فوراً قلعہ کی دیوار سے نیچے آ کر آپ کے قدموں میں گر کر بیہوش ہوگئے۔ کافی دیر کے بعد حواس بجا ہوئے تو داخلِ سلسلہ

ہونے کی درخواست کی جسے منظور فرما کر حافظ صاحب نے بغرض تربیت آپ کو اپنے عزیز خلیفہ مجاز سید محمد علیٰی گنڈا پوری کے سپرد کر دیا۔

تربیتِ حضرت فیض بخش شاہ درگاہی

رامپور میں ایک نے نواز کی سر تال پر اچانک بیخود ہو جانے اور جس پر نظر ڈالی اس کے از خود رفتہ ہو جانے سے پہلے۔ آپ نے اپنے آپ کو خوب چھپا رکھا تھا۔ ایک مرتبہ آپ دہلی سے رامپور آ رہے تھے کچھ مریدین بھی ساتھ تھے۔ شکار کا شوق رکھتے تھے۔ اثنائے راہ میں ایک جنگل آیا تو شکار کی غرض سے اس جنگل میں داخل ہو گئے۔ آپ کے مرید مخلص حضرت فیض بخش شاہ درگاہی بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے ان کو ایک جگہ ٹھہرایا۔ کہ ہم واپسی پر تمھیں ساتھ لے چلیں گے شکار کھیلتے کھیلتے دیر ہو گئی۔ رات جنگل ہی میں واقع ایک بستی میں قیام فرمایا اور وہاں سے کسی دوسرے راستے سے رامپور پہنچ گئے۔ سال بعد آپ لوٹ کر اس جگہ آئے جہاں شاہ درگاہی کو انتظار کا فرمایا تھا دیکھا تو شاہ درگاہی پراگندہ حال اسی مقام پر موجود ہیں۔ حضور نے ان سے ملاقات کی اور پوچھا کہ اتنی مدت تم کہاں ٹھہرے رہے۔ عرض کیا کہ مجھ کو جس جگہ حضور نے حکم دیا تھا۔ اس جگہ سے کہیں نہیں گیا تھا اس جواب پر آپ از حد خوش ہوئے۔ وجد میں آ گئے۔ بارگاہِ خداوندی میں دستِ بدعا ہوئے اور فرمایا۔ جاؤ درگاہی جو تیرے ہاتھ میں ہاتھ

رہے گا۔ معرفتِ الٰہی سے سرشار ہوگا۔ یہ ہے اطاعتِ شیخ اور ایسا ہوتا ہے۔ اس کا انعام۔

مقتدرِ ہم عصر

غوثِ دوراں حضرت شاہ غلام علی گیلانی دہلوی قدس اللہ سرہٗ العزیز جب بھی رامپور تشریف لاتے حضرت قبلہ گاہ سے ضرور ملاقات کرتے۔ ایک مرتبہ گرمی کے موسم میں ملاقات پر آپ نے شاہ صاحب کو تربوز عنایت فرمایا۔ شاہ صاحب نے عرض کیا "میں گرمیٔ محبت اور حرارتِ مودّت کی طلب میں آیا ہوں"۔

خلفاءِ عظام

آپ کے کل خلفاءِ عظام کا علم نہیں تاہم چند مشہور خلفاء حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) حضرت فیض بخش شاہ درگاہیؒ۔ آپ کا مزار رامپور میں مرجع خلائق ہے۔ آپ ہی نے حضرت حافظ صاحبؒ کا مزار مقدسہ تعمیر کرایا اور درویشوں کی رہائش کیلئے پختہ مکانات بنواتے۔ کچھ اراضی خرید کر دربار کے نام وقف کردی تاکہ متولی مزار حاجی صاحب کی گزر بسر آسانی سے ہو سکے۔ حاجی صاحب کی وفات کے بعد عمر خاں کو خدمتِ مزار پر مقرر فرمایا۔

(۲) میاں سیف اللہ شاہ۔ آپ قصبہ سرسی تحصیل سنبھل ضلع مراد آباد کے رہنے والے تھے۔ بعد از خلافت و اجازت اپنے اس قصبہ کی طرف روانہ کر دیا گیا۔

(۳) سیدبادشاہ میاں بخاری (۴) سیدنا الحاج محمد عمر

(۵) سیدنا مولانا فدا علی لکھنوی۔ (۶) سیدنا حسین شاہ۔

(۷) سیدنا محمد عمر گنڈا پوری (ملتان) (۸) ملا شیر خاں تیراہی۔

(۹)- سید ملا امان تیراہی (۱۰) وارث خاں بنارسی۔
(۱۱) سید محی الدین تیراہی۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین

وصال شریف

بہتّر ۷۲ سال کی عمرِ عزیز گذار کر آپ اپنے حجرۂ مبارک واقع رامپور میں بوقت تہجد واصل بحق ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مزار مقدسہ کے جنوبی دروازہ پر کندہ ہے۔

سہ
آں شاہِ جمال قطبِ عالم
خوش رفت بجلوہ گاہِ وحدت
تاریخ فنائے با بقائش
سیر علم مقامِ حیرت ۱۲۰۹ھ

مادۂ تاریخ "وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْم"

مزار شریف

حضرت فیض بخش شاہ درگاہی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خلیفہ اوّل تھے۔ آپ ہی نے آپ کی مسجد سے ملحق حضرت قبلہ گاہ کا گنبد دار مزار مقدسہ تعمیر کرایا۔ کچھ اراضی خرید کر دربار شریف کے نام وقف کر دی تاکہ متولیان کی گزر بسر کا انتظام رہے۔ صاحب تذکرہ کاملانِ رامپور رقم طراز ہیں کہ اس وقت (۱۹۲۹ء) اراضی سے ساڑھے تین سو روپے سالانہ آمدنی تھی۔ جس سے متولی کے مصارف کے علاوہ عرس شریف کے اخراجات بھی باحسن پورے ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں ریاست بھی مصارفِ عرس میں مدد دیتی ہے کوئی صاحبِ نسبت متولی یا خادم نہیں۔ بلکہ متولیوں کا عزل ونصب

ریاست کے اختیار میں ہے اور مصارف کا حساب صیغہ اوقاف ریاست کے اعلیٰ عہدہ دار کو سالانہ دکھایا جاتا ہے۔ صاجزادہ لیئق احمد صاحب سے اب سلسلہ سجادگی میں باقاعدگی ہے۔

(ماخوذ (۱) تذکرہ کاملان رامپور ۱۹۲۹ء)
(۲) انوار تیراہی ۱۹۰۷ء
(۳) دوسوسالہ جشن عرس پر شائع
جناب صاجزادہ
لیئق احمد جمالی سجادہ نشین کا کتابچہ
(یکم تا ۷ صفر ۱۴۰۹ھ)

الٰہی بحق بنی فاطمہ — کہ بر قول ایماں کنم خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول — من ودست ودامان آل رسول

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلَی الْاِخْتِتَامِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ سَیِّدِ الْاَنَامِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامِ۔

تدوین
محمد اجمل چشتی محمودی (النگولرطوی)

عمدۃ العارفین قدوۃ السالکین مُبلّغ علم و عرفان غواص بحرِ عرفانی پیرِ طریقت
حضرت خواجہ
محمد فیض اللہ تیراھی قدس اللہ سرہ العزیز
(جدِ اعلیٰ مشائخ چورہ شریف)

ولادت باسعادت

کوہاٹ کے ایک نواحی قصبہ موضع شادی خیل میں حضرت مولانا خان محمد کے علم و فضل کا شہرۂ آفاقِ عالم میں تھا آپ ضلع بھر کے مستند ترین علماء کے سرخیل تھے۔ آپ کے ہاں ۱۱۴۳ھ بمطابق ۱۷۳۰ء میں ایک انتہائی سعید و طالع مند بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا نام محمد فیض اللہ رکھا گیا۔ حضرت مولانا خان محمد کا شجرہ نسب ۲۹ واسطوں سے امیرالمومنین فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ انوارِ تیراھی میں تحریر ہے کہ آپ ہی خاندانِ نقشبندیہ چوراہیہ کے جدِ اعلیٰ ہیں۔ آپ ہی اپنے لختِ جگر خواجہ نور محمد تیراہی رحمۃ اللہ علیہ کو چورہ شریف میں مستقل قیام پر آمادہ کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوئے۔ یوں آپ موجودہ دور تک آنیوالی چھ پشتوں میں درجۂ ولایت پر فائز رہنے والے مشائخ چورہ شریف کے مورثِ اعلیٰ ہیں۔

سلسلۂ نسب قاضی محمد عادل شاہ خاندان چوراہیہ کی نہایت ہی مقتدر صاحب علم شخصیت ہیں۔ آپ کے علم و تدبر کا یہ عالم ہے کہ تمام متداول علمائے برصغیر آپ کی ثقاہت علمی کے معترف تھے۔ انوار تیراہی کے حرف آغاز میں آپ نے جن علمائے کرام کا ذکر کیا ہے ان کی علمی و عملی عظمت کا ایک زمانہ شاہد ہے۔ اس انوار تیراہی کے صفحہ ۲ پر آپ رقمطراز ہیں۔

شجرۂ نسب مؤلف محمد عادل شاہ بن حضرت خواجہ دین محمد بن حضرت خواجہ نور محمد بن حضرت[1] خواجہ فیض اللہ بن حضرت خان[2] محمد بن حضرت[3] علی محمد بن حضرت[4] شیخ سلمان بن حضرت شیخ[5] سلطان بن حضرت شیخ الاسلام[6] بن حضرت شیخ عبدالرسول[7] بن حضرت شیخ عبدالحی[8] بن حضرت شیخ حبیب[9] اللہ بن حضرت شیخ رفیع الدین[10] بن حضرت نورالدین[11] بن حضرت نصیرالدین[12] بن حضرت شیخ سلیمان[13] بن حضرت یوسف[14] بن حضرت[15] محمد فرخ شاہ معروف بہ شہاب الدین کابلی بن حضرت[16] نصیرالدین بن حضرت محمد مسعود[17] بن شیخ سلیمان[18] بن شیخ مولیٰ[19] بن شیخ سلطان[20] بن حضرت محمد مسعود[21] بن حضرت عبداللہ[22] الواعظ بن حضرت عبداللہ[23] الواعظ الاکبر بن حضرت اسحاق[24] بن حضرت[25] ابراہیم بن حضرت سیدنا نصیر[27] الدین بن حضرت عبداللہ[28] رضی اللہ عنہ بن حضرت[29] عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت سیدہ سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئی تھیں۔ انہی کے بطن سے حضرت نصیرالدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تولد ہوئے تھے۔

یوں بقول حضرت قاضی محمد عادل شاہ چوراہی آپ کے پردادا حضرت

خواجہ فیض اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاروقی النسب ہیں۔

تعلیم و تربیت

نبی الانبیاء، فخر الرسل سیدنا محمد مصطفےٰ التحیۃ والثنا نے دینِ اسلام کے جس منشور کو عملی جامہ پہنایا اس میں ترکِ دُنیا کر کے راہبانہ انداز میں کسی کونے میں بیٹھ رہنا یا جنگلوں اور ویرانوں کو مسکن بنا کر دُنیائے عمل سے کنارہ کشی اختیار کرنا غیر پسندیدہ عمل ہے اسی تعلیم و تربیت کا مظہر تھا۔ کہ گزشتہ دو سو سال سے قبل علم کی تکمیل علمِ جہاد کے بغیر سراسر نامکمل تصور ہوتی تھی۔ جو طالب علم سندِ فراغت حاصل کرتا تھا وہ نہ صرف دینی امور پہ مضبوط گرفت تک پہنچ کر ہی اس کا تصور کر سکتا تھا بلکہ علم طب، ریاضیات، فلکیات کے ساتھ جہاد میں پیش آنے والے عوامل تیغ و تیر کے فن پر بھی معقول دسترس رکھتا تھا۔

جناب خواجہ فیض اللہ تیراہی رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم حضرت قبلہ مولانا خان محمد نہ صرف علومِ متداولہ میں منفرد تھے بلکہ فنِ حرب میں بھی فخرِ روزگار تھے۔ حضرت خواجہ نے اپنے اس سرمایۂ افتخار والد قبلہ گاہی سے ۲۱ سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے علومِ ظاہری کی تکمیل کی اور جب ۱۷۵۲ء میں احمد شاہ ابدالی مرہٹوں کو نیست و نابود کرنے کی غرض سے واردِ برصغیر ہوا تو آپ اپنی حربی صلاحیتوں کے اظہار کا بہتر موقع جانتے ہوئے ابدالی افواج میں شریک ہو کر کفار کی سرکوبی کے لئے سردھڑ کی بازی لگانے میدانِ جہاد میں کود پڑے۔ احمد شاہ نے واپسی پر جن مختلف سرداروں کو منصبِ امارات و سپہ سالاری عطا کئے ان میں رامپور کے سپہ سالار کے طور پر حضرت خواجہ کا تقرر تاریخ برصغیر کا ایک واقعہ بھی شامل ہے۔ آپ ۱۷۶۵ء میں افواج

رامپور کے سپہ سالار تھے۔ اسی سال ارادت کے متعلق انوار تیراہی کے صفحہ ۳ پر قاضی محمد عادل شاہ فاروقی رقمطراز ہیں۔

ارادت

ایک مرتبہ جب آپ کا اتفاق سیر رامپور شریف ہوا تو آپ (حضرت قبلہ حاجی حافظ سید جمال اللہ شاہ گیلانی قدس اللہ سرہٗ العزیز) یاروں سے کہنے لگے کہ آج ہمارا دل چاہتا ہے۔ کہ احمد شاہ بادشاہ (احمد شاہ ابدالی) کے قلعہ اور باغ کو دیکھیں مگر پہلے چاہیئے کہ اوراد و نوافل سے فارغ ہو جائیں تاکہ فراغت سے سیر باغ و قلعہ کیا جائے۔ حاضرین نے عرض کی کہ اگر ارادہ سیر ہے تو بے شک ہم کو پہلے اپنے وظائف و اذکار معمولہ سے فراغت حاصل کرنی چاہیئے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں سب اپنے اپنے معمولات و وظائف سے فراغت حاصل کر لو (معلوم ہوا کہ مردان حق کو اپنے اوقات اور ان میں کئے جانے والے اوراد و وظائف کی ادائیگی کا کس قدر خیال اور فکر ہوتا ہے۔) چنانچہ دن کا کچھ حصہ گذرا ہوگا کہ سب فارغ ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ اپنے ہمراہ حاضرین کو لے سیر کو روانہ ہوتے۔ جب باغ کی سیر سے فراغت حاصل کر کے قلعہ شاہی کے پاس پہنچے اس وقت حضرت خواجہ فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ بلازمت سپہ سالار وہاں تعینات تھے جو اپنے کام (معائنہ افواج) میں مصروف تھے اور قلعہ کی دیوار پر کھڑے تھے۔ جس وقت خواجہ فیض اللہ صاحبؒ کی نظر مبارک حضرت شاہ جمال اللہ صاحبؒ کی طرف ہوئی تو آپ نے متحیر ہو کر شاہ صاحب کی طرف دیکھا اور فی الفور دیوار سے اتر کر حضرت شاہ جمال اللہ صاحبؒ کے قدم مبارک میں آن گرے ایسی حالت طاری ہوئی کہ دو تین گھنٹے

تک آپ ہوش وحواس میں نہ آئے۔ زاں بعد آپ کو ہوش آیا اور اضطرار سے تسکین ہوئی تو آپؒ نے عرض کی کہ حضرت مجھ کو داخل طریقۂ شریفۂ نقشبندیہ فرمالیں۔ حضرت خواجہ سید شاہ جمال اللہ صاحب نے آپ کے ہاتھ پکڑ کر حضرت سید خواجہ محمد عیسٰی صاحبؒ کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور فرمایا "اس کی بیعت اگرچہ میری طرف سے ہے مگر اس کی تکمیل تمہارے ذمہ ہے"

حضرت خواجہ فیض اللہ صاحبؒ نے اسی روز اپنی ملازمت ترک کر دی۔ اور یک طرف ہو کر حلقہ بگوش حضرت خواجہ ممدوح ہوتے۔ آپ کا قیام رامپور شریف قریب دو ہفتہ کا رہا۔ بعد ازاں حضرت خواجہ سید محمد عیسٰی صاحبؒ عازم ملتان شریف ہوئے اور حضرت فیض اللہ صاحبؒ کو واسطے خدمت اور حاضر باشی حضرت شاہ جمال اللہ مامور فرمایا۔

خدمت مشائخ کرام چنانچہ حضرت محمد فیض اللہ صاحبؒ آپؒ کی خدمتِ وضو و لباس سے چار سال مستفیض رہے۔ ۱۱۷۹ھ میں جب آپ اپنی عمر کے اکتالیسویں سال میں تھے حضرت شاہ جمال اللہ علیہ الرحمۃ نے آپ کو اپنے وطن کی طرف مراجعت کا حکم صادر فرمایا۔ ازاں بعد، ماہِ ذالحجہ ۱۲۲۰ھ تک آپ بارہا اپنے مرشد پاک کی خدمت میں گنڈاپور اور انہی کی ہمراہی میں رامپور حضرت شاہ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بڑے ولولے اور انہماک سے حاضر ہوتے رہے۔ اس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

وطن "تیراہ شریف" مراجعت: آپ ابدالی افواج کے ہمراہ ۱۱۷۵ھ

میں برصغیر کے مختلف گوشوں میں کفار کے خلاف نبرد آزما رہے اور پھر احمد شاہ کی مردم شناس نظر نے آپ کے سپرد ریاست رامپور کی سپہ سالاری سونپ دی۔ جہاں آپ ۱۱۹۷ھ تک اپنے فرائض بڑی ہمت اور عظمت کے ساتھ سرانجام دیتے رہے۔ حتیٰ کہ حضرت حافظ شاہ جمال اللہ علیہ الرحمۃ کی نگاہ ناز کے اسیر ہو کر آپ نے ملازمت ترک کر کے خدمتِ مرشد پاک کو اپنی زندگی کا حاصل بنا لیا اور چار سال تک اس لگن اور محویت سے حضرت صاحب کی خدمت میں منہمک رہے کہ کبھی اہل و عیال یا وطن کی یاد کا شائبہ بھی آپ کے دل میں نہ گزرا۔ بالآخر حافظ صاحب نے اہل افغانستان کے مغربی علاقہ جو خوش قسمتی سے حضرت خواجہ کا آبائی وطن بھی تھا کی تربیت کے لئے آپ کو وطن واپس جانے کا حکم صادر فرمایا۔

موضع ڈوڈھ ضلع کوہاٹ میں تشریف آوری

حکمِ شیخ پر وطن واپس لوٹتے ہوئے آپ قبائلی علاقہ کے ایک معروف قصبہ ڈوڈھ ضلع کوہاٹ میں قیام فرما ہوئے۔ ان دنوں اس گاؤں میں تپ کی بیماری عام ہو رہی تھی۔ ویسے بھی یہ وہ علاقہ تھا۔ جہاں آپ کے والد قبلہ گاہ کے شاگرد اور آشنا رہائش پذیر تھے۔ دو تین روزہ قیام ہی میں مخلوق خدا وندی آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہونے لگی۔ آپ کے تعویزات اور دم زود اثر ثابت ہوتے اور آپ کے قدم مبارک کی برکت سے لوگ اس مرض سے شفایاب ہونے لگے۔ اہلِ علاقہ کے اصرار پر آپ کو اس علاقہ میں اپنا قیام ۲ ماہ تک طویل کرنا پڑا۔ اس اثنا میں خلق خدا آپ کے فیضان سے

ظاہراً اور باطناً سیراب ہوتی رہی۔

دوسری شادی

۲۱ برس کی عمر میں جب آپ نے اپنے قبلہ گاہ اور دیگر اساتذہ کرام سے تکمیلِ علم کر لی تو آپ کے قریبی عزیزوں میں آپ کی شادی کر دی گئی۔ جب آپ احمد شاہ ابدالی کی افواج میں شامل ہو کر مصروفِ جہاد ہوئے اور اپنے وطن سے دُور ہوئے۔ اس وقت آپ کے ہاں ایک لڑکی متولد ہو چکی تھی۔ قیامِ ڈوڈہ کے دوران علاقہ کوہاٹ کے مفتی اعظم حضرت مولانا قاضی عبدالحمید صاحب جو حضرت خواجہ کے والد قبلہ حضرت مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید بھی تھے بصد ادب اپنی بیٹی آپ کے نکاح میں دینے کی درخواست کی۔ قاضی صاحب کی یہ بیٹی علومِ متداولہ میں نہ صرف تاک تھی بلکہ کتب درسیہ خصوصاً کتب فقہ کا درس بھی پڑھایا کرتی تھی اور قاضی صاحب کی نظر میں ایسی کامل العلم بچی کسی ایسے ہی کامل شخص کی زوجیت میں آنے کے قابل تھی۔ جو نہ صرف علومِ شرعیہ میں مہارت رکھتا ہو بلکہ فنِ حرب میں بھی سپہ سالاری کے جوہر دکھا چکا ہو اور مسندِ فقر پر بھی ایستادہ ہو۔ حضرت خواجہ نے فرمایا "فقیر اس میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ سکتا آج کی رات استخارہ کروں گا۔ اگر مجھ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا تو نہایت مُبارک اور اگر بصورت دیگر مجھ کو اجازت نہ ملی تو معاف فرما دیں۔ کیونکہ بندہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کر سکتا"۔ جب استخارہ میں آپ کو منشاءِ ایزدی معلوم ہوا تو آپ نے حضرت قاضی صاحب کی درخواست کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے آپ کی بیٹی سے رشتۂ ازدواج قائم کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ یوں

ایک مستند علمی گھرانے سے آپ کے رشتہ داری کے تعلقات بھی قائم ہو گئے۔ اس استخارے میں آپ کو اشارہ دیا گیا کہ ایک فیضانِ الہٰی آپ کے پاس امانت ہے۔ جس کا اظہار اس رشتۂ ازدواج سے تکمیل پذیر ہو گا اور اس سرزمین کے لئے باعثِ فخر دارین ہو گا۔ اطراف و اکناف کے سکوں میں اس نور کی روشنی کی ضیا پاشیاں ہوں گی۔ یوں یہ تعلق موجب برکاتِ عالم اور باعثِ شوکتِ اسلام ہو گا۔ چھ ماہ تک اس مقام پر قیام فرمانے کے بعد آپ اپنے آبائی علاقہ تیراہ کے موضع تیزئی میں پہنچے۔

تیزئی شریف تیراہ میں آمد اور زوجۂ اوّل سے ملاقات

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اٹھارہ سال قبل تکمیل علوم متداولہ پر آپ کے والد قبلہ گاہ حضرت مولانا خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کی منشاء پر آپ کی شادی ہو گئی تھی اور جب آپ احمد شاہ ابدالی کی افواج میں شامل ہو کر کفارِ ہند کے خلاف مصروفِ جہاد ہوئے اور اپنے وطن کو خیرباد کہا۔ اس وقت آپ ایک بیٹی کے باپ بھی تھے۔ مگر بیٹی اور بیوی کی محبت نیز وطن سے وابستگی آپ کو علمِ جہاد بلند کرنے میں مانع نہ ہو سکی۔ آج اس طویل مدت بعد کہ بارہ سال تک فوجی ملازمت کی بلند ترین سیڑھی پر فائز رہنے اور پھر چار سال تک اپنے پیشوائے کامل حضرت حافظ سید جمال اللہ شاہ علیہ الرحمۃ کی خدمتِ اقدس میں کمربستہ رہنے کے بعد جب موضع تیزئی پہنچے اور اپنے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو ظاہر و مطہر زوجہ محترمہ نے عدم پہچان کی بنیاد پر آپ کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ مزید یہ آں اس

گھر میں اب ایک (۱۹) انیس سال کی نوجوان بیٹی بھی تھی جس کا کسی غیر محرم کے سامنے ہونے کا سوال خارج از امکان تھا۔

آپ کی پہلی بیوی نے کہا "مجھے اپنے مالک کا یقین اس لیے نہیں آتا کہ شاید کوئی غیر محرم نہ ہو۔ میں آپ کو اپنے گھر میں آنے کی اجازت نہیں دے سکتی"۔ یہ ایک عجیب امتحان تھا۔ اپنے وطن میں آکر اپنے گھر سے باہر رہنا خاصا اذیت ناک ہوتا ہے۔ مگر آپ نے نہ صرف اپنی زوجہ محترمہ کے اس امر کو بنظرِ پسندیدگی دیکھا۔ بلکہ صبر و رضا کی دہلیز پر سر اقدس رکھ کر امرِ الٰہی کا انتظار کرنے لگے۔ تین ماہ اسی کشمکش میں گزر گئے کہ اچانک رحمتِ حق جوش میں آئی۔ گاؤں میں ایک موت کے وقوع پذیر ہونے سے جنازے پر احباب کا اجتماع ہوا۔ جس میں آپ کے والدِ گرامی کے ایک مقتدر شاگرد اور آپ کے ہم سبق مولانا شیر محمد صاحب بھی شریک ہوئے۔ انہوں نے فوراً حضرت خواجہ کو پہچان لیا اور باہم گفتگو میں اتنی طویل مدت تک گھر سے باہر رہنے کا ذکر ہوتا رہا۔ حضرت خواجہ نے بتایا کہ کیوں کر مجاہدین میں شامل ہو کر پانی پت کی لڑائی اور اس سے فراغت کے بعد رامپور کی سپہ سالاری اور پھر حضرت شاہ جمال اللہ علیہ الرحمۃ کے دامنِ رشد و ہدایت سے وابستگی رہی اور اب فرمانِ مرشد پر وطن واپسی ہوئی ہے۔ اب تین ماہ سے اس گاؤں میں جو میرا اپنا گاؤں ہے، جہاں میرا آبائی گھر ہے۔ جہاں میری بیوی اور بیٹی موجود ہیں۔ مقیم ہوں۔ مگر کوئی شناسا نہیں۔ اپنی دوسری بیوی کے ساتھ صرف اس لیے گھر سے باہر دوسری جگہ پر قیام پذیر ہوں کہ میری پہلی بیوی

مجھے پہچانتی تک نہیں اور مجھے غیر محرم سمجھ کر گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے رہی۔" مولانا شیر محمد صاحب نے اہلِ دیہہ پر واضح کیا کہ حضرت خواجہ مولانا فیض اللہ ہی حضرت مولانا خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے ہیں اور میرے ہم سبق رہے ہیں۔ ہم دونوں کئی سال تک اکٹھے حضرت مولانا موصوف سے تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں۔ اس پر معززین گاؤں کو یقین ہوا اور آپ اپنے گھر میں تشریف لانے کے قابل ہو سکے۔ شروع کے چند روز آپ کی بیٹی آپ سے پردہ کرتی رہیں جب انہیں یقین ہو گیا کہ یہی میرے والد ہیں تو سب مل جل کر رہنے لگے۔

حضرت خواجہ نور محمد اور خواجہ گل احمد کی پیدائش

کچھ عرصہ کی رفاقت کے بعد حضرت خواجہ کی دونوں ازواج میں میں اس حد تک محبت و موانست ہو گئی۔ کہ آپ کی بڑی زوجہ محترمہ نے بارگاہِ خداوندی میں نذر مانی کہ اگر رب تعالیٰ چھوٹی بی بی کو فرزند عطا کرے تو وہ ہر روز (۱۰۰) سو نفل پڑھا کریں گی۔ ادھر چھوٹی بی بی جی نے وعدہ کر لیا کہ اگر اللہ کریم انہیں بیٹا دے گا تو وہ اسے بڑی بی بی کی گود ڈال دیں گی اور خود اس سے کوئی غرض نہ رکھیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اسی سال چھوٹی بی بی جی کو فرزند عطا فرمایا۔ آپ نے حسبِ وعدہ خود اسے فی الفور بڑی بی بی جی کی گود ڈال دیا۔ بڑی بی بی جی نے اسے دودھ پلانا شروع کیا تو رحمتِ خداوندی سے ان کے دودھ اتر آیا۔ گویا یہ فرزند انہی کے ہاں تولد ہوا تھا۔ اس سعید بچے کا نام نور محمد رکھا گیا اور

آپ نے پیش گوئی کی کہ یہ بچہ خاندان نقشبندیہ کو بہت ہی فروغ دینے کا باعث بنے گا اور کثیر مخلوق اس کے توسط سے نورِ نقشبندیہ سے منور ہو گی۔ خواجہ نور محمد دو سال سے کچھ زائد عرصہ بڑی مائی صاحبہ کا دودھ پیتے رہے اور اس دوران اپنی حقیقی والدہ سے مطلق ایک مرتبہ بھی دودھ نہ پیا۔ بلکہ لب تک آپ کے سینہ مبارک پر نہ پہنچایا۔

ازاں بعد چھوٹی بی بی جی کے بطن سے آپ کا دوسرا بیٹا ہوا۔ ان کا اسمِ گرامی گل محمد رکھا گیا۔ پنجاب اور برصغیر کا وافر حصہ حضرت خواجہ نور محمد۔ ان کے خلفاء اور اولاد سے فیض یاب ہوا۔ اسی طرح افغانستان کا ایک معتدبہ حصہ فیضان گل محمد رحمۃ اللہ علیہ سے جگمگا رہا ہے۔ اللہ ربُّ العزت نے آپ کو پانچ بیٹے عطا فرمائے۔ ان کے اسماء گرامی حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ خواجہ نور محمد ۲۔ خواجہ گل محمد ۳۔ خواجہ جان محمد۔
۴۔ خواجہ صالح محمد ۵۔ خواجہ محمد نور رحمہم اللہ اجمعین۔

بفضلہٖ تعالیٰ ان سب سے فیضان نقشبندیہ مجددیہ جمالیہ جاری و ساری ہوا۔

عشقِ مرشد

رامپور سے رخصتی کے بعد۔ تیراہ شریف میں قیام ہوا تو آپ ہر سال (سنہ ۱۲۲۰ھ تک) رمضانات ملتان میں موضع چوڑہ شریف زیارتِ مرشد (حضرت خواجہ سید محمد عیسیٰ گنڈا پوری) کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بر وقت ملاقات آپ بیمار پڑ گئے اور طاقت رفتار آپ کے وجود سے جاتی رہی۔ جملہ احباب

طریقت نے چوڑہ شریف جانے کا سامان کیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازتِ سفر چاہی۔

آپ نے بڑی رقت اور سوز سے یارانِ طریقت کو دو پیغام دیئے اور فرمایا: (۱) کہ "بارگاہِ مرشدی میں میری طرف سے دست بستہ عرض کریں کہ آپ کا غلام محمد فیض اللہ آپ کے دیدار کا طلب گار ہے۔ لہٰذا محروم نہ فرمایا جائے۔

(۲) جب آپ دوستوں کی واپسی ہو تو حضرت کے قدم مبارک کے نیچے سے قدرے خاکِ پاک اٹھا کر ہمراہ لادیں جو کہ میری جان کا تریاق ہے۔"

سید ملا امان غازی۔ وارث خاں بنارسی اور مولانا ترین صاحب بیس روز کی مسافت طے کر کے حضرت خواجہ سید محمد عیسیٰ صاحب کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے سب سے پہلے فرمایا "تمہارے ساتھ "دیوانہ" نہیں ؟ کیا سبب ہے۔ (سید صاحب حضرت خواجہ کے فرطِ محبت و والہانہ پن کو دیکھ کر آپ کو "دیوانہ" کہا کرتے تھے) یارانِ طریقت نے آپ کے حالِ واقعی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں عرض گزار کیا اور آپ کے اضطرابِ دیدار کا ذکر کیا سُن کر حضور نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ جلد ملاقات کرائے گا۔" احباب کی تیاری واپسی پر فرمایا کہ دیوانے کو میرا سلام علیکم کہنا اور کہنا کہ میری ملاقات کے لئے عازم چوڑہ نہ ہو، ہم خود اس ملک میں آنا چاہتے ہیں۔ ایسا نہ ہو۔ راستے میں اختلافِ راہ ہونے کی وجہ سے ملاقات سے محروم

رہ جائیں۔

حسب وعدہ احباب نے حضور پیرِ مرشد کے قدموں تلے کی مٹی سنبھال لی اور واپس تیراہ پہنچے۔ حضرت خواجہ نے سب سے پہلے اپنی امانت یعنی "خاکِ پا" طلب فرمائی۔

نسخۂ کیمیا یعنی خاک پائے مُرشد

اپنے قبلہ و کعبہ و مقتدیٰ کے زیرِ پا کی مٹی ملتے ہی آپ نے کچھ صاف پانی منگوایا۔ اس میں اس مٹی کو گھول دیا اور فوراً اسے پی گئے۔ قدرتِ خداوندی ملاحظہ ہو کہ فوری طور پر آپ کا تپ اور کمزوری ختم ہوئی اور آپ نو بہ نو ہو گئے اور چار روز ہی میں بیماری کے تمام اثرات بشمول کمزوریِ جسم جاتے رہے۔

استمدادِ شیخ

انوارِ تیراہی میں قاضی محمد عادل شاہ صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ چوڑہ شریف (مضافات ملتان) میں اپنے شیخِ کامل حضرت خواجہ سید محمد عیسیٰ گنڈا پوری کی زیارت کی غرض سے روانہ ہوئے۔ دس روز تک حالتِ سفر میں رہے اور تقریباً نصف سفر طے کر چکے تھے کہ شدید بیمار پڑ گئے اور زندگی کی طرف سے ناامیدی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ چند دن اس حالت میں گزرے ہوں گے کہ حضرت خواجہ سید محمد عیسیٰ شام کی نماز میں اسی مقام پر آ شریکِ جماعت ہوئے۔ نماز سے فراغت کے فوراً بعد آپ نے دریافت فرمایا کہ یہاں اس مسجد میں کوئی مسافر بیمار ہے؟ اس کی رہائش کہاں ہے؟

نمازیوں سے معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ مسجد سے ملحق حجرہ میں بیمار پڑے ہیں
سید صاحب حجرہ شریف میں داخل ہوئے۔ ابھی آپ نے اندر قدم ہی رکھا
تھا کہ حضرت خواجہ فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر کیفیت طاری ہو گئی اور آپ
وجد میں آ گئے۔ مرشد کامل نے فی الفور انہیں اُٹھا کر اپنے سینہ مبارک
سے لگایا۔ تسکین دی اور فرمایا۔ کئی دن سے تم بیمار ہو۔ تم نے ... سا
نہیں۔ بتاؤ کس چیز کے کھانے کی طرف طبیعت کی رغبت محسوس ہوتی ہے
تاکہ وہی تمہارے لئے تیار کی جائے۔ حضرت خواجہ عرض کرنے لگے۔ آپ
کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔ میرے لئے اس سے بڑی نعمت اور
کیا ہوگی اور یہ شعر پڑھا۔

گر خوری یک لقمہ از نانِ نور
خاک ریزی بر سر نانِ تنور

شاہ صاحبؒ نے اپنے زادِ سفر میں ایک جام میں سے قدرے
ہریسہ نکال کر آپ کو کھانے کے لئے دیا اور اسے کھانے کا حکم صادر فرمایا
بیماری کی وجہ سے طبیعت مائل بہ غذا نہ تھی۔ تعمیلِ ارشاد کی خاطر دو
تین لقمے تناول کئے۔ اشتہا مزید بڑھی آپ تمام ہریسہ کھا گئے اور صبح تک
بڑے آرام کی نیند سوتے رہے۔ دوسرے روز طبیعت بالکل ہلکی پھلکی تھی۔
اور بیماری کا نام و نشان تک نہ تھا۔ نہ کوئی دوا کھائی۔ نہ کسی اور علاج
کی طرف متوجہگی ہوئی۔ پس زیارتِ شیخِ کامل ہی شفائے مرض کا
باعث ہو گئی

حضرت خواجہ حیران تھے کہ حضور کو ان کی بیماری کی اطلاع کیونکر ہوئی

اور پھر یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں سفر کرتے ہوئے اس مقام پر ہوں۔ جہاں آپ کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ دریافت کرنے پر پیر و مرشد کی زبانی احوال سُنیئے۔

شاہ صاحبؒ قبلہ فرمانے لگے: "کئی روز سے مجھے بڑا اضطراب لاحق تھا۔ بالآخر بے چینی اس قدر بڑھی کہ مجھے اپنی طبیعت پر قابو نہ رہا اور مَیں نے ارادہ کر لیا کہ گھر سے نکل کر تیراہ پہنچوں اور تمہارے ساتھ چند دن بسر کروں تاکہ میرے یہ وحشت اور اضطراب کے دن آرام سے نکل جائیں اور حالتِ قبض سے فراغت حاصل ہو۔ جب میں گھر سے روانہ ہوا تو عجیب اتفاق ہوا کہ ان دس دنوں میں ہر روز مجھے ایسا رفیقِ سفر ملتا رہا جو دورانِ سفر میری ہر طرح سے نگہداشت کرتا رہا۔ حتیٰ کہ مجھے تمام سفر میں نہ تو کوئی کلفت و تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ نہ ہی میری خدمت میں کوئی کسر رہی۔ یہاں تک کہ مجھے اس مسجد کے دروازے تک پہنچا کر انہوں نے (رفیق سفر نے) فرمایا اب میں جاتا ہوں تم مسجد میں خواجہ صاحب "دیوانہ" کے پاس جاؤ وہ بیمار ہے۔ مَیں نے ان سے ان کا نام و نشان دریافت کیا۔ تو فرمانے لگے میرا کیا نام ہے؟ میں تو ہمیشہ خدا کے بندوں کی تکلیف کے وقت ان کی امداد کے لئے ہی مامور ہوں۔ اصل نام کوئی نہیں بتایا۔ (یعنی حضرت خضر علیہ السلام کی استمداد حاصل رہی)

چند دن دونوں پیر و مرید اسی مقام پر ٹھہرے رہے۔ زاں بعد حضرت خواجہ سید جمال اللہ شاہ گیلانی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی زیارت

کی خاطر رامپور روانہ ہوئے۔ کچھ دن ان کی خدمتِ اقدس میں رہ کر حضرت خواجہ سید محمد عیسٰی رحمۃ اللہ علیہ واپس چوڑہ شریف تشریف لے آئے اور حضرت خواجہ فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو واپس تیراہ روانہ فرمایا۔ رامپور سے روانگی کے موقع پر حضرت شاہ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو افغانستان (تیراہ) واپسی کا حکم فرمایا اور وصیت فرمائی:

مایۂ دیں را بدنیا دادن از بے ہمتی است
زانکہ دنیا جملگی رنج است و دیں آسائش است
نعمتِ فانی ستانی دولتِ باقی دہی!
اندریں سودا خرد داند کہ عین فاحش است

بکوشش تا ولی صاحب نظر بدست آری
کہ نیست در دو جہاں دولتے ازیں بہتر
مکن عمارتِ دنیا بجز عمارتِ دل
کہ عرشِ اعظم است ایں دل بقول پیغمبرؐ

زیارت حضرت خضر علیہ السلام

حضرت خواجہ فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "ایک مرتبہ عالم نیم خوابی میں جناب خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ درآں حالانکہ میرے پیرو مرشد حضرت خواجہ سید محمد عیسٰی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پیشوائے کامل حضرت خواجہ سید جمال اللہ گیلانی قدس اللہ سرہٗ العزیز بھی وہاں موجود تھے آپ تینوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور مجھے مبارکبادیں دیں۔"

چشمۂ فیضان

رامپور سے حضرت خواجہ سید جمال اللہ گیلانی قدس اللہ

سرہ العزیز کے فرمان پر جب آپ تیزی پہنچے تو جس مسجد میں آپ نے قیام فرمایا اس کے صحن میں ایک بلند چبوترا سا تھا اور وہاں ۵۰ گز کے فاصلے پر دو زیتون کے درخت تھے جن کے تنوں کی موٹائی آٹھ آٹھ گز کے برابر ہوگی۔ دونوں درخت امتدادِ زمانہ کے ہاتھوں خشک ہو چکے تھے۔ آپؒ کا معمول تھا کہ آپ باری باری ان درختوں سے ٹیک لگا کر کتاب لکھا کرتے تھے۔ پیاس لگنے پر پانی پیا کرتے اور باقی پانی ان درختوں کے تنوں میں (دامن میں) ڈال دیا کرتے۔ ایک ماہ کے اندر آپؒ کی دعا برکت کا یہ اثر ہوا کہ دونوں درخت سرسبز ہو گئے اور بقول قاضی محمد عادل صاحبؒ ۱۹۱۰ء تک دونوں درخت شاداب تھے۔ گرد و نواح کے لوگ نسل در نسل حضرت خواجہ کی اس کرامت سے آگاہ ہیں۔

عمرِ آخر

آپؒ کی عمر قریباً بانوے (۹۲) سال تھی۔ وجود میں درد ریح رہنے لگی۔ جہاں کہیں ضرورت ہوتی۔ آپ پالکی میں بیٹھ کر وہاں چلے جایا کرتے۔ سیفِ زبان اسقدر تھے کہ زبان پاک سے جو نکل گیا وہی ہو گیا۔ جو کوئی بغرض دعا حاضرِ خدمتِ اقدس ہوا مرادوں کی جھولیاں بھر بھر لے جاتا۔ اہلِ حاجت کی حاجتیں چشمِ زدن میں پوری ہوتیں۔ اللہ کے فضل و کرم کا برملا اظہار ہو رہا تھا کہ وقتِ مراجعت آ پہنچا اور یہ غوثِ دوراں، شہنشاہِ دولتِ عرفاں، غواصِ بحرِ معرفت ۲۰ ذی الحج ۱۲۲۵ھ کو اس دارِ فانی سے عازمِ ملکِ بقا ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے سب سے بڑے فرزند

ارجمند حضرت باواجی خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کو سرزمین پنجاب میں بمقام چورہ شریف مقیم فرمایا اور برصغیر کو اس نور کی ضیاء پاشیوں سے منور کرنے کا سامان کیا۔ مشائخ چورہ شریف انہی باواجی خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔

مزار شریف

آپ کا مزار شریف آپ کے آبائی وطن اور مقام ولایت جہاں حضرت خواجہ سید جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بوقت رخصت از رامپور شریف روانہ فرمایا تھا۔ موضع تیسنری مضافات وادئ تیراہ قبائلی علاقہ افغانیہ ملحق سرحد موجودہ افغانستان میں مرجع خلائق ہے اور آپ خواجہ محمد فیض اللہ ولی اللہ کے مقدس نام سے مشہور ہیں۔ ایک زمانہ آپ کے بحر فیضان سے مستفید ہے۔

تدوین : محمد اجمل چشتی محمودی (الگوڑوی)

انصرام : رانا محمد جمیل خادم دربارِ عالیہ چورہ شریف
حضرت باواجی فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ

افادات حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی - کتاب عین الفقر میں یہ بات بتائی ہے کہ فقیری کا اصل اصول نفس کشی ہے، جسے اُنہوں نے اپنی — کتاب اور دیگر رسالوں کے ہر ایک حصّے اور مقام میں مختلف عنوان اور طریقہ سے بیان کیا ہے اور حقیقت بات بھی یہی ہے کہ نفس ہی حصولِ کمال کا دارو مدار ہے۔ حکماء اور فقراء کو نفس کی تہذیب و ترتیب سے زیادہ خصوصیت ہے اور ان دونوں فریق نے اسے درجہ کمال پر پہنچانے میں بہت کوشش کی ہے مگر اوّل الذکر کو آخر الذکر کے مقابلہ میں کچھ بھی نسبت نہیں۔ فقراء نے شریعت غرّا کے پیرو ہو کر تزکیۂ نفس اور تصفیہ باطن میں بہت مبالغہ کر کے مراتبِ عالیہ حاصل کئے اور اَلْحَقُّ یَعْلُوْا وَلَا یُعْلٰی کے مصداق بنے رہے۔

گو حکماء نے بھی تہذیبِ نفس اور تزکیۂ باطن میں کچھ حصّہ لیا ہے۔ مگر ایک بالکل آزادانہ طریق سے جس سے وہ کفر و الحاد میں بھی پڑ گئے اور مبداءِ فیّاض کے فیض سے محروم رہے۔

مجھے اس وقت حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حکایت یاد آئی کہ آپ کا ایک ملحد گروہ سے سامنا ہو گیا۔ جو وجودِ باری تعالیٰ منکر ہونے کے علاوہ آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ ذرا ٹھہر جاؤ میں تم سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے

کہا وہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ ایسی کشتی کی نسبت کیا کہتے ہو جو دریا میں خود بخود جا رہی ہو۔ اُنہوں نے کہا ممکن نہیں کہ کشتی خود بخود دریا میں چلے۔ تو آپ نے فرمایا۔ بے شک تم سچ کہتے ہو۔ مگر کیا یہ تمام عالم ایک چھوٹی سی کشتی سے بھی گیا گزرا ہو کہ بغیر خدا کے چل رہا ہے اس بڑے بھاری جہاز کا بھی کوئی ناخدا ضرور ہے۔ یہ بات سنتے ہی وہ لوگ حیران ہو کر بالکل لاجواب ہو گئے اور اپنے ارادے سے باز آئے۔

فقراء سے میری مصنف علیہ الرحمۃ کی مراد وہ لوگ نہیں جو در بدر مانگتے پھرتے یا اپنے مکر و فریب سے خلق اللہ کو دام تزویر میں لاتے ہیں بلکہ فقراء سے وہ اولیائے عظام مراد ہیں۔ جو شریعت کے سچے پیرو اور دینِ حق کے اعلیٰ نمونہ ہوتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ انہیں دینِ حق کی معاونت اور مدد کے لئے پیدا کرتا ہے۔ وہ خود بھی نیک راہ اختیار کرتے اور خلق اللہ کو بھی اسی طرف بلاتے ہیں۔ اسلام نے علمائے عامل اور فقرائے کامل ہی سے ترقی کی ہے اور کرتا رہے گا۔ کیونکہ خداوند کریم نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ؕ اُس کے نیک بندے کم یا زیادہ ہمیشہ ہر جگہ موجود رہتے ہیں۔ جو دینِ حق کے حامی ہوتے ہیں، بلکہ اپنی ظاہری باطنی تمام قوت اُسی کی محبت حمایت میں صرف کیا کرتے ہیں فرطِ محبت سے ان کی یہ کیفیت ہوتی ہے۔ لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ اگر کوئی برا کہے تو کہا

کرے انہیں اس کی پرواہ نہیں) صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی یہی حالت تھی۔ کہ جب وہ اسلام سے مشرف ہوئے۔ تو گویا انہوں نے اپنی جان ومال کو خدا کی راہ میں فروخت کر دیا۔ ابتدائے اسلام میں انہیں بڑی تکلیفیں پہنچیں جن کی برداشت ہر ایک انسانی طاقت نہیں کر سکتی مگر حُبِ اسلامی نے ان پر ایسا قابو کیا تھا کہ وہ اپنے نفسوں کو مار کر بے نفس ہو گئے تھے۔ اگر ان کا نفس ہوتا تو وہ کسی کے کہے کا بُرا مانتے۔ اس کے تکلیف دینے سے ایذا پاتے۔ ان تکالیف ومصائب کے بیان کرنے کے لئے دفتر چاہیئے۔

جنابِ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک سچے خادم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی (یہ کسی کے غلام تھے) یہ کیفیت تھی کہ اسلام لانے کے بعد اُن کا آقا ان کی مشکیں باندھ کر جلتے پتھر پر ڈال دیتا تھا اور مار مار کر اُن سے کہتا تو بتوں سے بداعتقاد ہو گیا ہے۔ تو اپنی بداعتقادی سے باز آ۔ مگر وہ یہی کہتے اَحَد اَحَد نہیں کہیں۔ خدا ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں۔ آخر کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ تکلیف نہ دیکھی گئی اور انہوں نے اُس کے آقا کو روپیہ دے کر صرف خرید ہی نہیں لیا بلکہ انہیں آزاد کر دیا اور اب یہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں رہنے لگے۔ جس سے آپؐ نے اذان دینے کی خدمت پر انہیں خصوصیت کے ساتھ مقرر کیا۔ مجھے ان کے متعلق ایک اور قصہ یاد آیا وہ یہ کہ اُن کی زبان کسی قدر صاف نہ تھی۔ اس لئے اذان

میں اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ کو اَسْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ کہا کرتے تھے۔ ایک روز صبح کی اذان کے وقت ایک صحابیؓ بولے کہ یہ ہمیشہ اذان میں ش (بانقط) کو س (بے نقط) کہا کرتے ہیں۔ آج میں اذان دوں گا۔ اس لئے یہ صحابی اذان دینے کی غرض سے منارے پر دو تین دفعہ گئے مگر انہیں وقت ھی نہ معلوم ہوا اور اذان دینے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ آخر کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ہی جاکر اُس طرز پر جس کے وہ عادی تھے اذان کہی۔ ان صحابیؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری ش سے اس کی س (بے نقط) خدا تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ خصوصیت ان کے خلوص واخلاص کی وجہ سے حاصل ہوئی

اسی طرح سے مجھے ایک اور قصہ یاد آیا جو صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ ایک صحابیؓ اپنے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھایا کرتے اور ہمیشہ نماز میں پانچوں وقت قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ (اس میں توحید وصفات کا ذکر ہے) لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ان کی شکایت کی کہ یہ ہمیشہ نماز میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ہی پڑھا کرتے ہیں اور کوئی سورۃ پڑھنا جانتے ہی نہیں۔ آپؐ ان کے پاس تشریف لے گئے اور اُن سے فرمایا کہ تم اپنے دوستوں کا کہا کیوں نہیں مانتے۔ اُنہوں نے عرض کی یا رسول اللہ فداک روحی وَاُمّی وَاَبی۔ میں کیا فرق کروں مجھے اس سورۃ سے اُنسیت ہے۔ آپؐ نے اُنہیں معذور رکھا اور فرمایا حُبُّکَ اِیَّاہُ یُدْخِلُ الْجَنَّۃَ (اس سورۃ سے تمہاری اُنسیت تمہیں

جنت میں لے جائے گی) اور لوگوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ انہیں اس سورۃ سے محبت ہے۔ بہر حال جس نے جو کچھ مراتب پائے وہ محض خلوص و اخلاص اور محبت سے حاصل کیئے۔

عاشقوں کے سرتاج حضرت خواجہ اُویس قرنی رضی اللہ عنہ جن کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ مجھے یمن کیطرف سے ایمان کی بُو آتی ہے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ان کے پاس خرقہ لے کر آئے تو وہ فرطِ اشتیاق سے رقص کرنے لگے اور آپ کے دندان مبارک کی شہادت کی خبر سُنی تو انہوں نے اپنے تمام دانت شہید کر دیئے۔ خلوص و اخلاص اسے کہتے ہیں۔

میں نفس کشی کے سلسلہ میں ایک اور قصہ بیان کرتا ہوں۔ جو ایک اولوالعزم نبیؑ کے متعلق اور حدیث شریف میں جس کا تفصیل سے ذکر ہے مختصراً یہ کہ خدا تعالےٰ نے حضرت ایوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی کہ جس طرح سے آزمائش کی اس درجہ کی آزمائش اُس نے اپنے بندوں کی بہت کم کی ہو گی۔ آپ کا تمام مال و اسباب گھر بار تباہ ہو گیا۔ اولاد یکے بعد دیگرے فوت ہو گئی اور اب آپ کی باری آئی جسم میں کیڑے پڑ گئے۔ لوگوں نے بستی سے دُور کر دیا۔ اور آپ خوف کے مارے پاس تک نہ آتے۔ مگر آپ کی یہ کیفیت تھی کہ جسم میں کہیں تل دھرنے کی جگہ نہ رہی۔ اگر کوئی کیڑا گر جاتا۔ تو آپ اُسے اُٹھا کر اس کی جگہ پر یہ فرماتے ہوئے رکھ دیتے۔ کہ تیری روزی تو خدا

نے میرے جسم میں اُتاری ہے۔ ایک مُدت تک آپ اس میں مبتلا رہے اور ہر وقت صبر و شکر کرتے رہے۔ آخر کو وہ خدا کی آزمائش تھی جس کی معیاد ختم ہونی تھی۔ ایک روز آپ بہت بے قرار ہوئے اور پروردگار کی جناب میں التجا کی۔ رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ (اے پروردگار تکلیف سے میری یہ حالت ہو گئی) آپ کو وحی ہوئی کہ تم اپنی جگہ پر پیر مارو جس سے ایک شیریں چشمہ پھوٹ نکلے گا۔ اس میں غسل کرکے اس کا پانی پینے سے تمھیں صحت ہو جائے گی۔ آخر ایسا ہی ہوا۔ حدیث شریف میں ہے کہ آپ جس حال میں پہلے تھے اسی حال میں ہو گئے۔ آپ ہی کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّہٗ اَوَّابٌ (ایوب بھی ہمارا نیک بندہ ہے جو ہر حال میں ہماری طرف ہی رجوع کرتا ہے۔

غرض انسان کے پاس ایک نفس ہی ایسی چیز ہے جس کی تہذیب و تربیت سے جو اتّباع شرع سے ہی حاصل ہو سکتی ہے وہ درجۂ کمال کو پہنچ کر سعادت ابدی حاصل کر سکتا اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ اتباع شرع کے ساتھ خلوص و اخلاص بھی ہو۔ ورنہ محنت رائیگاں ہے۔ خلوص و اخلاص اور عشق و محبت ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے نفس پر بہت جلد قابو ہو سکتا ہے مگر ساتھ ہی اس میں خوف بھی ہے کیونکہ اگر وہ محض لوجہ اللہ ہو تو اس سے نفس مردہ اور قلب زندہ ہو سکتا ہے اگر ذرا بھی اس میں نفسانیت کا شائبہ آگیا تو قلب مردہ اور نفس زندہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے تمام اولیائے عظام رح اور علمائے اعلام ہمیشہ اسکی سرکوبی کرتے رہے ہیں۔ جس سے اُنھوں نے مراتبِ عالیہ پر پہنچ کر بڑی بڑی

اسلامی خدمتیں کیں۔ زمین کے بہت بڑے حصے آباد کیے۔ جہاں میں انہوں نے اسلام پسایا اُسے رونق دی۔

فقرائے متاخرین میں سے حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اور بہت سے اولیائے عظام نے اس میں بڑا حصّہ لیا۔ جو ان کے تذکرے دیکھنے سے خصوصیت رکھتا ہے۔ شائقین اور حامیانِ اسلام کو چاہیئے کہ اُن کے تذکرے دیکھیں۔ ان کی تقلید کریں کہ اُن کا ہمیشہ کیا طرزِ عمل رہا ہے۔ کس طرح سے وُہ اپنے طالبوں کی تعلیم و تربیت کیا کرتے تھے۔ مگر نیک لوگوں کی پیروی کرنا ایک کا کام نہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ (یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے دے) نفس و شیطان انسان کا دشمن ہے۔ راہ خدا میں وہ حائل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے بڑے بڑے اولیائے عظام اور علمائے اعلام باوجود ظاہری و باطنی مراتب و مناصب کے ہمیشہ درگاہ ایزدی میں نفس کے متعلق اپنی عاجزی ظاہر کرتے رہے ہیں۔

سلسلۂ رشد و ہدایت

(حضرت خواجہ پیرزادہ محمد بدرالدجیٰ مدظلہ العالی کی تبلیغی مساعی روداد سفر)

۲/۳ مئی سنہ ۱۹۹۲ء سالانہ عرس پاک قلعہ دیدار سنگھ۔

۱۸ جون سالانہ عرس پاک باسی والا ضلع سیالکوٹ۔

۲۰ جون سالانہ عرس پاک جھور کاہلواں۔

۲۶ جون ماہانہ ختم خواجگان لاہور۔

۳ جولائی ماہانہ ختم خواجگان راولپنڈی۔

۲۰ جولائی محفل ذکر منظور پور سپلاٹ

۲۵ جولائی سالانہ محفل ذکر ڈیالہ ضلع سیالکوٹ۔

۲۸ جولائی ختم خواجگان شریف گوجرانوالہ۔

۲۹ جولائی سالانہ عرس پاک باواجی رحمۃ اللہ علیہ کوٹلہ سنت سنگھ

۳۱ جولائی ماہانہ ختم خواجگان شریف لاہور

۷ اگست ماہانہ ختم خواجگان شریف راولپنڈی۔

۶ ستمبر محفل میلاد شریف منڈی صفدر آباد ضلع شیخوپورہ

۹ ستمبر محفلِ میلاد شریف بھکھی ستدھواں
۱۱ ستمبر محفلِ میلاد شریف گوجرانوالہ۔
۱۳ ستمبر سالانہ عرس پاک چک چھٹے ضلع شیخوپورہ۔
۳۰ ستمبر سالانہ عرس پاک منچھلے شریف ۔
۴ اکتوبر محفلِ ذکر پنڈی بھٹیاں گوجرانوالہ۔
۸۔ اکتوبر محفلِ میلاد شاہکوٹ۔
۱۱۔ اکتوبر سالانہ عرس پاک مینگرہ مالی والا۔ نارووال
۱۶ اکتوبر ختم خواجگان شریف، لاہور
۱۷ اکتوبر گیارھویں شریف، گوجرانوالہ۔
۱۹ اکتوبر گیارھویں شریف، سیمال ضلع اٹک
۳۱ اکتوبر میلاد شریف، مُٹھیانوالہ۔
۶ نومبر ماہانہ ختمِ خواجگان راولپنڈی
۱۹۔ نومبر عرس پاک چھپور مسلم نزد سانگلہ ہل۔
۵۔ دسمبر محفلِ گیارھویں شریف، سرکال کسر۔
۱۱ دسمبر قبلہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ ختم شریف چورہ شریف
۲۰۔ دسمبر محفلِ ذکر میلوسیلو شکرگڑھ۔
۲۵ دسمبر سالانہ محفلِ ایصالِ ثواب۔ لاہور

۲۸ دسمبر جلسہ دستارِ فضیلت کمال پور ضلع شیخوپورہ

۳۰-۳۱ دسمبر عظیم الشان عرس پاک باواجی رحمۃ اللہ علیہ چک ۲۰۹

۱۹۹۳

یکم جنوری ماہانہ ختم خواجگان راولپنڈی۔

۵ فروری ماہانہ ختم خواجگان راولپنڈی۔

۶ فروری ماہانہ ختم خواجگان گوجرانوالہ

۸ فروری ماہانہ ختم خواجگان منبھکے شریف۔

۱۲۔ فروری ماہانہ ختم خواجگان۔ لاہور

۱۳۔ فروری محفلِ ذکر چک جھمرہ۔

۱۴۔ فروری عرس پاک مرڑھ ۴۲ نزد سانگلہ ہل

۱۶۔ فروری عرسِ پاک۔ ڈگری نزد سانگلہ ہل۔

۱۷۔ فروری محفلِ ذکر۔ کوٹ نکہ

۱۸ فروری (ختم چالیسواں) (محمد صادق مرحوم) فیصل آباد

۵ مارچ ۱۹۹۳ء کو صبح ۷ بجے آپ چورہ شریف سے تشریف لائے۔ اور منبھکے شریف میں برادر طریقت حکیم غلام محمد صاحب مرحوم و مغفور کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ ان کے لئے دعائے مغفرت کی۔ ½-۱۰ بجے قبل دوپہر راولپنڈی تشریف لے گئے اور ٹینچ بھاٹہ ماہانہ ختم شریف خواجگان میں شریک ہوئے۔

منجانب: دانا محمد جمیل سیکرٹری جنرل بزم نقشبندیہ چوراہیہ پاکستان۔

سلسلۂ دعوت و ارشاد

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ج (اور اس سے بہتر اور کونسی بات ہو گی کہ اللہ کی طرف بلایا جائے۔ نیک عمل کئے جائیں اور کہا جائے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں)

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْھَا وَمَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ہ۔ (جو کوئی نیک عمل کرتا ہے وہ اس کی اپنی ذات کے لئے (ہی فائدہ مند) ہے اور جو کوئی برائی پر آمادہ ہو تو اس کا بوجھ اور نقصان اسی پر ہے اور کیا تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا ہے؟ (سوالیہ انداز میں اس بات کا واشگاف اعلان ہے کہ رب تعالیٰ کسی پر ظلم و زیادتی کرنے والا نہیں)۔

یہ دونوں آیات کریمہ سورۂ حٰمٓ۔ سجدہ سے ہیں۔ بیعت رضوان سے لے کر آج تک نبی کریم، رؤف الرحیم کی اس سنت پر عمل پیرا گروہِ اصفیاء و اتقیاء جنہیں عرفِ عام میں مشائخ سلاسل تصوف کے نام سے پہچانا جاتا ہے کا عمل اتباعِ سنت کا کامل مظہر رہا ہے۔ ان کی تمام تر کوشش ہوتی ہے کہ اہلِ ایمان کو اللہ کی طرف دعوت (باتباعِ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) دی جائے۔ عمل صالح کی

طرف راغب کیا جائے اور ان میں یہ جذبہ بیدار کیا جائے کہ انہیں اپنے آپ کو "گروہ مسلمین" میں شمار کرتے ہوئے فخر و انبساط ہو۔ یہ مردانِ حق اللہ اور بندے کے تعلق کو مضبوط و مستحکم کرنے کی سعی میں ہوتے ہیں۔

پیران چورہ شریف گزشتہ ڈیڑھ صدی سے ایک عزم محکم کے ساتھ اس جادۂ منزل پہ گامزن ہیں اور کوشاں ہیں کہ مخلوقِ خدا کو مادی فوائد و محاصلات کے عمل سے راجع الی اللہ کیا جائے۔

دورِ حاضرہ مادی لحاظ سے انتہائی پُرفتن ہے۔ مالِ دُنیا کمانے کے ضمن میں حلال و حرام کی تمیز ختم ہے۔ ہر کوئی دنیاوی عیش و آرام کے حصول کی خاطر۔ احکامِ الٰہی کو پس پُشت ڈالتے ہوئے بس ایک ہی فکر میں غلطاں ہے کہ جلد از جلد امیر کبیر بن کر لوگوں میں اپنا مرتبہ منوا لوں۔ یہ سمجھا جا رہا ہے کہ ؎

اے زر تو خدا نیست و لے بخدا
ستار العیوبی و قاضی الحاجاتی

ایسے خطرناک زمانے میں زیب سجادۂ چوراہیہ صاحبزادہ محمد بدر الدجیٰ مدظلہ اپنے آباؤ اجداد کے سلسلہ طریقت اور رشد و ہدایت کو اپنے خون سے سینچنے کی کوششوں میں ہمہ تن مصروف ہیں اور اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ چوراہیہ کی تعلیوں سے قائم بنیادوں پہ ایک مستحکم عمارتِ تصوّف قائم کر کے یہ راسخ کرتے میں سرگرم عمل ہیں کہ یہ سلسلہ جائز ذرائع سے حصولِ معاش کی نفی نہیں کرتا بلکہ یہ سبق دیتا ہے کہ اپنی شبانہ روز محنت سے کما کر نہ صرف اپنے اہل و عیال

کی بہتر تربیت کرو۔ بلکہ حکمِ خداوندی کے مطابق وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (جو رزق ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرو) پر عمل کرتے ہوئے ہر فعل کو اطاعتِ الٰہی کے تابع کر لو۔ حضرت پیر خواجہ نور محمدؒ حضرت پیر خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی صالح و نیک اولاد شب و روز مخلوق خدا کی اصلاح میں کمر بستہ ہے۔

آج کے دور کی اصلاحی ضروریات کے پیش نظر محترم صاحبزادہ صاحب مذکور نے جگہ جگہ بزم نقشبندیہ کے مراکز قائم کر کے ایمان میں استحکام زیادتی کا سامان مہیا فرمایا ہے اس طرح دورِ حاضرہ کی نفسیاتی کیفیت کو سامنے رکھتے ہوئے اس مستحسن اقدام کے فروغ کے لئے ہم سب پیر بھائیوں اور متعلقین سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ چوراہیہ کو دامے درمے قدمے سخنے آگے آنے کا سامان بہم پہنچایا ہے۔ ہم پر لازم ہے کہ اس شمع ضوفشاں کی تابانیوں سے سارے عالم کو روشن کرنے میں پیش پیش ہوں۔

پیرانِ عظام قرونِ اولیٰ سے مخلوقِ خدا کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے میں مصروف ہیں اور ان کا ہر ہر اقدام عملِ صالح کی طرف بڑھنے کا پیغام ہے۔ یاد رہے کہ عملِ صالح۔ نبیوں، صدیقیوں۔ شہیدوں اور ولیوں کی راہ ہے۔ اسی راہ کو راہِ مستقیم قرار دیا گیا ہے۔ اسی پر عمل پیرا ہونے والوں کو انعام یافتگان کا خطاب خداوندی ہے۔ اعمالِ صالح ہمارے ذاتی مفاد میں ہیں۔ پیرانِ عظام کو اس سے براہِ راست کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح اللہ کریم کے فرمان کے مطابق اعمالِ غیر صالح ہماری اپنی ذات کے لیے نقصان دہ ہیں اور

خداوند تعالیٰ تو یہی فرماتے ہیں اور تجربہ بھی شاہد ہے کہ وہ اپنے بندوں کے لئے سراپا رحمت ہے اور پیران عظام اسی باب رحمت کی طرف داعی ہیں۔ بزم نقشبندیہ چوراہیہ اسی کی طرف راہ ھدای ہے وابستگان مشائخ چورہ شریف کے لئے یہ پلیٹ فارم نہ صرف

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا

پر گامزن ہونے کا آسان اور سیدھا راستہ ہے بلکہ ان کے جذبۂ عمل و اخلاص کو بھی بہتر کرنے کا سبب ہے۔ بزم سے وابستگی ایک طرف مذہبی تشکیک کو دور کرنے کا مؤثر ذریعہ ہے تو دوسری طرف رغبت الی اللہ کی بہترین راہ ہے "ضعفِ قلب" کا مؤثر علاج ہے اور عزیمت وہمت کی مستند منہاج ہے۔ جو ہے جہاں ہے اس بحر ذخار سے یوں وابستگی کا اہتمام کرے جیسے پہاڑوں میں بہہ نکلنے والے چھوٹے چھوٹے ندی نالے کہ مرکزی دریاؤں سے وابستہ ہو کر ان کی راہ نہ صرف آسان ہو جاتی ہے اور راستے کی الجھنوں رکاوٹوں کی زد میں آنے سے محفوظ ہو کر سفر زندگی طے ہوتا ہے۔ بلکہ امور دنیا میں پیش آنیوالے مصائب و آلام سے بھی نبرد آزما ہونے میں کافی آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔
آیئے منہاج نبوت کی ضیاء پاشیوں سے اپنے قلب و روح کو منور و متمیز کرنے کیلئے بزم نقشبندیہ کو مزید فعال بنائیں اور دامے درمے۔ سخنے اسکی استعانت کرکے مشائخ چورہ شریف اور ان کے توسط سے جناب نبی الانبیاء احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی حاصل کریں۔

صلائے عام ہے یاران نقطہ داں کے لئے

(میاں نذیر حسین نقشبندی امیر اعلیٰ بزم نقشبندیہ چوراہیہ فیصل آباد)

بھولا پنچھی (سادہ دلِ روح)

مشائخ چورہ شریف کے کمالاتِ عالیہ میں ایک خاص جوہر یہ تھا کہ آپ نہ صرف براہ راست اپنے مریدین کی تربیت فرماتے اور ان کے روحانی عروج میں ان کی استعانت فرماتے بلکہ اپنے خلفاءؒ کے ارادت مندوں کو بھی خصوصی نظرِ کرم سے نوازتے ہیں بڑی فراخدلی کا ثبوت دیتے۔

ایسے ہی فیض یافتگان میں حضرت مولانا محمدؒ عبد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ متوطن ملکھانوالہ چک نمبر 226 رکھ متصل فیصل آباد ایک ممتاز مقام پر فائز بزرگ ہیں۔ آپ اوائل عمر ہی میں علوم متداولہ کی تکمیل سے فراغت پا کر حضرت پیر خواجہ سید گلاب شاہ صاحب شیخوپوریؒ کے دستِ حق پر بیعت ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب نے اس جوہرِ قابل کو اپنے شیخ کامل حضرت پیر خواجہ دین محمد صاحب المعروف بہ حضرت ملاں صاحب کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ حضرت قبلہ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں جو آخری عرس مبارک حضرت پیر خواجہ نور محمد تیراہی رحمۃ اللہ علیہ منعقد فرمایا۔ اس میں حضرت مولانا صاحب مذکور کو جس محبت و موانست کے ساتھ مع اپنے مریدین شرکتِ عرس کی دعوت دی اس کا عکس پیشِ خدمت ہے

عکسِ خط

صادق الاعتقاد من محب صدیق سیدی محمد علیہ الرحمۃ سلامت باشند

بعد از سلام علیکم و شوق ملاقات کے واضح ہو کہ عرس شریف جناب مولانا حضرت خواجہ
نور محمد صاحب المعروف بہ جناب باباجی صاحب تیراہی کی تاریخ ۱۲ و ۱۳
شعبان ۱۳۲۵ھ ہجری مطابق ستمبر ۱۹۰۷ء ہے چونکہ فقیر کی عمر بھی
اب اخیر ہے اور از حد زیادہ ضعیفی اور ناتوانی ہے۔ اور یارانِ طریقت کے ملاقات
کی از حد خواہش ہے کیونکہ زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں ہے۔ اسلئے بذریعہ
رقیمہ ہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ تاریخ مقررہ پر مع جملہ احباب خود رونق افروز ہو کر
حضرت جناب باباجی صاحب علیہ رحمۃ کے روح مبارک سے فیضیاب ہووین۔ اور
فقیر کو خوشنود فرماویں۔ خصوصاً ضعیف قلب والوں کیواسطے اس موقع پر آنا نہایت ضروری ہے

الراقم
فقیر دین محمد المشہور بہ حضرات ملا صاحب سجادہ نشین
ساکن چورہ شریف ڈاکخانہ بسال ریلوے اسٹیشن لنگر

حضرت مولانا کی دیگر علمی کاوشوں کے علاوہ آپ کی ایک مختصر منظوم
"بھولا پنچھی" کے نام سے شائع ہوئی جس میں آپ نے بڑے
سادہ اور دلکش انداز میں رُوح کو اس دُنیا میں درپیش مشکلات کا ذکر
کر کے اسے اپنے اصلی گھر جنّت کی طلب و تمنّا کا درس دیا ہے۔ ایک
زمانہ تھا کہ پنجاب بھر کے عوام اور خصوصاً فیض یافتگان پیرانِ چورہ شریف
کی وردِ زبان تھا۔ تبرکاً پیشِ خدمت ہے۔

(بھولی بھالی رُوح)

ایتھوں اُڈ جا بھولیا پنچھیا وے توں اپنی جان بچا
ایتھے گھر گھر پھاہیاں لگیاں تینوں لین نہ مُول پھسا
تیرا آہلناں عرش عظیم تے وے توں دیس قدس دا شاہ
سِر تاج پہنا تکریم[1] دا تینوں کیتو نے بادشاہ
تینوں دانگ نموٹے[2] اپنے سرجیا آپ خدا
تینوں سجدہ کیتا قُدسیاں کوئی ادلوں رئیس جُھکا
چھڈ شاہی مُلک دوام دی ہُن قیدی[3] بنیوں آ
ایتھے عاشق ہو گیوں آن کے دِل جیفہ[4] تے لا
توں نوریوں خاکی ہو گیوں بیٹھوں بھرم گوا
ہُن آون جوگا نہ رہیوں تینوں کیتا حرص تباہ
ایہہ دُنیا گھر تکلیف دا تے غم درداں دی جاہ

---

[1] - وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ -
[2] - اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ کی طرف اشارہ -
[3] اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ اشارہ
[4] - اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ کی طرف اشارہ -

ایتھے جو آیا سو ماریا تیرے دل وچ کا ھدا چا
ایتھے بول نہ مٹھیاں بولیاں وے توں چپ کر جھٹ لنگھا
تیرے مگر شکاری موت دے کوئی بیٹھے تاک لگا
جدوں دھون کوڑکی آگئی پھر پیش نہ جاسی کار
تیری گردن چھری چلان گے تیرا دیسن خون وگا
تیریاں نکیاں کر کے بوٹیاں وچ ہانڈی دیہن گے پا
تیرے بھن کباب بنان گے ایہے ویلا ای اڈ جا
ایتھے گھر گھر ڈاکو وسدے جنہاں خوف نہ مول خدا
ایتھے ڈاکو پین دو پہر نوں تینوں کرسن مار تباہ
ایتھے عدل نہ کردے بادشاہ ایہہ حاکم قہر خدا
ایتھے قاضی کھا کھا رشوتاں کوئی سولی دیہن چڑھا
ایتھے عمل نہ اندر عالماں نالے زھد نہ وچ فقرا
ایتھے صبر نہ اندر صوفیاں گل تسبیح مکر ریا
ایتھے رحم نہ وچ نمازیاں ایہہ حاجی غضب الٰہ
توں ظاہری شکلاں ویکھ کے بیبا دھوکا بہیں نہ کھا
دے توں ویکھ نہ بھلیں داڑھیاں ایہہ اندروں نہیں صفا

اینہاں دُنیا ٹھگن واسطے کوئی متھے لئے گھسا

جیہڑے سجن تینوں جا پدے اوہ وچوں نی بدخواہ

ایتھوں جان بچالے مُورکھا توں دیس اپنے نوں جا

ایتھے چور اُچکے چودھری جتھاں شرم نہ مُول حیا

ایتھے کھوٹا کھرا نہ پرکھدے پیئے وکدے اکو بھا

ایتھے بیو پترا اندیاں گلاں تے چھُریاں دیہن چلا

ایتھے یار یاراں نوں ماردے کر کے ظُلم جفا

ایتھے دھر کلوتر چیر دے اوہ ذکریا لے گناہ

ایتھے چاہڑن چخہ خلیل نوں اودہے گل وچہ پا کے پھاہ

ایتھے یوسف کھوہ وچہ سُٹدے ہتھیں آپ بھرا

ایتھے اکھیاں کرن یعقوب نوں چالی سال رُوا

ایتھے دند توڑا لئے آن کے جنہاں شان لولاک لما

نالے ماریا مولا مرتضیٰ کُل ولیاں دا پیشوا

ایتھے زہر پلا کے حسن نوں دیندے مار مُکا

سلہ حضرت ابراہیم کی طرف اشارہ ہے ۔

ایتھے ذبح کرا ہن حسینؓ نوں خنجر ہیٹھ لٹا
ایتھے بدر منوّر صورتاں قبریں دیندے پا
ایتھے سوہنے پھُل گلاب دے گھٹے دیہن رُلا
ایتھے رنڈیاں ہون سُہاگناں ایسے منوں نہ کھڑا چا
ایتھے گانّے بنھن والیاں رو رو مارن ڈھا
ایتھے پیر پیغمبر اولیا، سب بستر گئے اُٹھا
ایتھے سدا نہ رہنا مُورکھا انہوں آکھن دارِفنا
ایہہ دیس بیگانہ کملیا ایتھے نہ دل اپنا لا
تینوں ساتھی سپنے اُڈیکدے کدی مڑ وطناں وَل جاہ
تیرا لمّاں سفر مسافرا توں کلّیاں پینا راہ
تینوں دیس نکالا دیہن گے سب رل کے بھین بھرا
ہن ملکھاں والے آن کے توں بیٹھوں وطن بھُلا
ایتھوں چل عبداللہ چلیئے ایہہ دُنیا بے وفا

نوٹ:۔ بھولا پنچھی میں دُنیا کی عام حالت بیان کی گئی ہے۔ اُن نمازیوں حاجیوں، عالموں، صوفیوں اور داڑھی والوں کی شکایت کی ہے جو خدا سے نہیں ڈرتے، ریاکار اور معاملات کے خراب ہیں لبظاہر پرہیزگار بنکر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں

یا رحمۃ للعالمین
یا رب العالمین
صد سالہ
روحانی اجتماع
صد سالہ تقریبات عرس مبارک
غوثِ دوراں، ہادیٔ زماں، غواص بحرِ ایقاں
حضرت پیر خواجہ باواجی فقیر محمد چوراہی مجددی رحمۃ اللہ علیہ
انشاء اللہ ۳،۴ اپریل ۱۹۹۴ء منعقد ہو رہا ہے
وابستگان مشائخ چورہ شریف، یارانِ طریقت سلسلہ نقشبندیہ،
مجددیہ چوراہیہ کو جوق در جوق
دعوت شرکت ہے
مرکزی سجادہ نشین آستانہ عالیہ
چورہ شریف (ضلع اٹک)

نوید

مسجدِ فقرآء

مسجد فقرآء حضرت باواجی خواجہ فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی ابدی یادگار ہے اور وُسعت و تعمیرِ نو کے تکمیلی مراحل میں ہے۔

تزئین و آرائش بنتِ کعبہ کا دوسرا مرحلہ شروع ہے۔

اس میں شرکت نہ صرف رضا جوئی مولا تعالیٰ ہے۔ بلکہ مشائخ چورہ شریف کی خوشنودی کا بھی باعث ہے۔

حضرت قبلہ باواجی رحمۃ اللہ علیہ کے وابستگان کے لئے شرکتِ تعمیر کا نادر موقع۔

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے

فیضانِ کرم کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر یارانِ طریقت کیلئے حصولِ فیوض و برکات کا ذریعہ ہے۔

رحمتِ حق بہا۔ نمی جوئید

رحمتِ حق بہانہ می جوئید